حیات

محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

الحاج ڈاکٹر شاہ سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی

امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان (رجسٹرڈ)

مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، ۱۷/۱۴، کراچی

جملہ حقوق ٹائیٹل مع متن مکمل بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب .. .. حیات محدّث اعظم کچھوچھوی ؒ
تصنیف .. .. ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی
مطبع .. .. پرنٹنگ پریس
کتابت .. .. دارالکتابت

الحاج ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی نے پریس سے
چھپوا کر مکتبہ سمنانی ۱۴/۱۷ فردوس کالونی سے شائع کیا۔

ملنے کا پتہ
مکتبہ سمنانی :-
۱۴/۱۷ فردوس کالونی کراچی ۱۸ فون: ۶۱۹۸۷۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	**تعارف** از حضرت مفسر قرآن علامہ مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی اشرفی مدظلہٗ	۵
۲	**تقریظ** از حضرت شیخ القرآن علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی مدظلہٗ شیخ الحدیث اشرف المدارس اوکاڑہ	۱۴
۳	**ابتدائیہ** ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی	۱۶
۴	**دیباچہ** از ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی	۲۰
۵	**نسب نامہ** حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶
۶	**حیات** 〃 〃 〃 〃 〃	۲۸
۷	**ولادت** 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۳۴
۸	**تعلیم** 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۳۶
۹	شادی ، بیعت اور خلافت حضرت خطیب الامت عارف باللہ فانی فی الرسول علامہ مولانا سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہٗ	۴۰
۱۰	**عقلی تبلیغ کا اثر**	۴۶
۱۱	انداز بیان کے چند نمونے	۴۸
۱۲	خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس	۵۲
۱۳	خطبۂ صدارت آل انڈیا سنّی کانفرنس منعقدہ درگاہ اجمیر شریف	۷۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۴	کراچی میں خطاب بہ سلسلۂ تبلیغ و تحریک پاکستان کا نمونہ	۸۹
۱۵	نِفقتہ کالم عناصر	۹۱
۱۶	حُلیہ مبارک لباس فاخرہ اشاعت سلسلہ	۹۴
۱۷	معمولات	۹۵
۱۸	شاعرانہ کلام	۹۷
۱۹	ایک واقعہ	۱۰۷
۲۰	کرامت	۱۱۰
۲۱	اجنبیّہ مرید	۱۱۱
۲۲	اسم جمعیت علمائے پاکستان	۱۱۳
۲۳	دوسرا سفر پاکستان	۱۱۷
۲۴	تیسرا اور آخری سفر پاکستان	۱۱۷
۲۵	ایمان کا خطرہ	۱۲۰
۲۶	مرض الموت سفر آخرت	۱۲۱
۲۷	محدث اعظم ہند اکیڈمی	۱۲۷
۲۸	حلقہ اشرفیہ پاکستان رجسٹرڈ	۱۳۸
۲۹	پروگرام و اغراض و مقاصد	۱۳۹
	بابت مصنّف از سیکریٹری حلقہ اشرفیہ پاکستان رجسٹرڈ	
۳۰	نسب نامہ مصنّف	۱۴۳

تعارف

از مفسرِ قرآن حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی اشرفی مدظلہ

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان سابق ممبر مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان
اعزازی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی
بتاریخ ۔ ۲۸، اپریل ۱۹۹۰ء

(باسم سبحانہ)

دنیائے آب و گل میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بہت سے بندگانِ خدا ایسے ملتے ہیں جنہوں نے اپنے سیرت و کردار اور علم و فضل کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جنہیں زمانہ زمانہ تک اپنے تغافل اور کوشش کے بعد بھی نہ تو فراموش کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا ایسے حضرات کے کارنامے نہ صرف صفحات تاریخ کا جلی عنوان بنے بلکہ امتداد زمانہ کے باوجود آج بھی زبان زدِ خلائق ہیں اور رہیں گے ان حضرات میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کے ساتھ مورخہ نے انصاف نہیں کیا اور قلمکار کے قلم نے بخل سے کام لیا انہوں نے یا تو جوش تعصب یا کسی اور وجہ سے ان حضرات کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے بجائے پس منظر میں ڈالنے کی سعی ناتمام کی۔

ماضی اور حال میں بہت سے ایسے برگزیدہ صاحب علم و فضل حضرات گذرے اور موجود ہیں جو تن من دھن سے دین و ملت ہی کی نہیں

بلکہ عالم انسانیت کی خدمت میں پیش پیش اور مصروف رہے اور مصروف ہیں لیکن انہوں نے نمود و نمائش کو اپنے شایانِ شان خیال نہیں کیا اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے باوجود اس طرف توجہ نہیں کی بالقول بعض انہیں دینی و ملی مصروفیات کی وجہ سے اتنی فرصت ہی نہیں ملی جو وہ زمانہ کی بدلتی ہوئی قدروں کی طرف توجہ دیتے حالانکہ موجودہ ماحول میں وطیرہ تو یہ ہوگیا ہے کہ چاہیے کام کم کیا جائے۔ لیکن تشہیر زیادہ کی جائے۔ بہرحال اسباب و علل کچھ ہی ہوں اسے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ مورخ و قلمکار کے قلم نے ان رہبرانِ ملت کے ساتھ ظلم کیا اور ملت مسلمہ کے افراد کو اپنے بزرگوں کے کارناموں سے استفادہ کا موقع فراہم نہیں کیا۔

ان مظلوم شخصیتوں میں ایک شخصیت اس ذات گرامی کی ہے جنہیں اس عہد کے تفسیر قرآن پڑھانے والے سید المفسرین کے لقب سے یاد کریں اور حدیث نبوی کا درس دینے والے محدث اعظم کے لقب سے یاد کریں۔ جن کے انداز خطاب کو دیکھ کر اور ان کی تقریر کو سن کر بیساختہ پکار اٹھیں کہ سحبان بن وائل اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس شخصیت کا انداز خطاب سحبان سے بھی برتر ہے۔ اس ذات اقدس نے اپنی روحانی اور دینی مصروفیات کے باوجود جب شاعری کیطرف توجہ فرمائی اور فکر رسا نے نعت نبوی کی طرف توجہ کی تو حسان بن ثابت اور کعب بن زبیر رض رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ کردی۔

یہ ذات اور یہ شخصیت خانوادہ تارک السلطنت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضہ اللہ عنہا کے اس فرزند کی ہے جو ۱۳۱۱/۱۸۹۳ھ میں غیر منقسم ہندوستان کے مردم خیز خطہ صوبہ یوپی کے شہر جائس اودھ کے ضلع رائے

بریلی میں تولد ہوئی، والد محترم مولانا حکیم سید نذر اشرف رحمتہ اللہ علیہ نے اتباع حکم نبوی میں "محمد" نام رکھا صاحبان بصیرت نے اس فرزند کو دیکھ کر ان کے مستقبل کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا والدین کے زیر سایہ یہ فرزند پروان چڑھنے لگا اور والد محترم کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لی لیکن تعلیم کا سلسلہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شدید علالت کی وجہ سے منقطع ہوگیا اور تین سال تک بستر علالت پر رہے امید زیست منقطع ہوئی۔ لیکن بزرگوں اور والدین کی دعائیں بارگاہ مستجاب الدعوات میں قبول ہوئیں اور کیوں نہ ہوتیں کیونکہ قدرت کاملہ کو اس فرزند سے اپنے دین کا کام لینا تھا اور یہ فرزند دنیائے علوم ظاہری و روحانی کے مطلع پر سید المفسرین امام المحدثین خطیب اعظم سید الواعظین کے القاب اور سید محدث کچھوچھوی کے نام سے طلوع ہونیوالا تھا (جنہیں آج دنیا محدث کچھوچھوی کے نام سے یاد کرتی ہے)

صحت یابی کے بعد دوبارہ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا اور فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی علوم ظاہری کی تعلیم اس دور کے اکابر علماء سے حاصل کی روحانی تعلیم اپنے ماموں اور شیخ سلطان الواعظین حضرت علامہ مولانا سید احمد اشرف رحمتہ اللہ علیہ فرزند اکبر شبیہ غوث الاعظم حضرت والا درجت شاہ علی حسین صاحب المعروف اشرفی میاں رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کرنے کے لیے محترم نانا اشرفی میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی یہ خصوصیت یہ رہی کہ اپنے استادوں کی اداؤں کو اپنانا انہوں نے اپنا شعار بنایا اور اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے اپنی سوانح عمری فارسی اشعار میں اس

طرح کہی۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش نہ طعن
منم و گنجِ خمولی کہ نہ گنجد دروے جز من و چند کتابے دوات و قلمے

حضرت محدث اعظمؒ نے اردو زبان میں اپنی روداد زندگی اس طرح قلم بند کی۔

نہ ستائش کی تمنا نہ مجھے خطرۂ ذم
نہ کسی داد کی خواہش نہ کسی آہ کا غم
میں ہوں اس گوشۂ تنہائی کا رہنے والا
کہ جہاں چند کتابیں ہیں دوات اور قلم

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس گوشۂ تنہائی کے طلبگار کو تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے گھر پر گوشۂ تنہائی کم ہی ملا لیکن اس کے باوجود وقت انتقال تصانیف کا وافر ذخیرہ چھوڑا جن میں سے کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ ابھی منتظر طباعت ہیں ان علمی کارناموں میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی شامل ہے جس کے بارے میں گرامی قدر جناب، الحاج ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف صاحب امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان (رجسٹرڈ) نے بتایا کہ یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ مارچ سنہ ۱۹۸۹ء میں تقریباً بیس سال سے زیادہ عرصہ کے بعد ہندوستان جانے کا موقع ملا تو اس ترجمہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کوشش کے باوجود یہ ترجمہ دستیاب نہ ہو سکا۔ کاش! اس ترجمہ کے ناشر اس کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں تاکہ تشنگان علم اس سے فیضیاب ہو سکیں۔

میں نے ابتدائی سطور میں مورخ کی غیر ذمہ داری بخل اور عدم توجہی کے بارے میں کچھ کہا ہے لیکن دوسروں سے شکایت کے ساتھ ساتھ اپنوں سے

شکوہ ہے کہ ہمارے اہل قلم حضرات نے بھی اپنے اسلاف کے کارناموں کو ضبط تحریر میں نہ لاکر کوتاہی کا ثبوت دیا ہے ممکن ہے کہ میری یہ بات میرے بعض احباب کی طبع نازک پر گراں ہو اور وہ مجھے بھی اس کوتاہی کا مرتکب قرار دیں تو میں یہاں یہ بات واضح کردوں کہ میرا شمار اہل قلم میں نہیں قابل ستائش اور مبارکباد ہیں جناب الحاج ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف صاحب جنہوں نے اپنی دینی (رشد و ہدایت) سرگرمیوں اور معاشی اور معاشرتی مصروفیات کے باوجود اس طرف توجہ کی اور حضرت محدث کچھوچھوی کے دینی و ملی کارناموں کو اختصار کے ساتھ مرتب فرمایا یا یوں کہوں کہ جھلکیاں پیش کیں اور صاحبان علم و قلم کو دعوت فکر دی کہ یہ حضرات اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا سا وقت اس اہم کام کے لیے وقف کریں اور اپنے اکابر کے کارناموں کو منصہ شہود پر لائیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کو زیر نظر کتاب کی ترتیب میں کس قدر دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اس کا مجھے احساس ہے کیونکہ ان کے پاس نہ تو اس موضوع پر حوالہ کے لئے اخبارات و رسائل مہیا تھے نہ اس موضوع پر پہلے سے کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود تھی جس کو وہ نقل کرتے لیکن انکے جذبہ اور حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت نے اس کٹھن منزل سے گذرنے میں ان کی معاونت کی اور وہ یہ گلدستہ بنا سکے اب اگر کوئی صاحب اس موضوع پر قلم اٹھائیں گے تو انہیں ڈاکٹر صاحب کی محنت شاقہ سے استفادہ کرنے میں سہولت میسر آئے گی۔

حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے بارے میں مجھے ان تعارفی سطور میں کچھ کہنا مقصود نہیں کتاب میں آپ پڑھ لیں گے۔ لیکن اتنی بات ضرور عرض کروں گا کہ مجھے اپنے عزیز گرامی جناب ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف صاحب سے پہلے اس وقت سے حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جبکہ شعور بھی پختہ نہ ہوا تھا۔

استاد محترم صدر الافاضل استاد العلماء مولانا الحاج الحکیم محمد نعیم الدین صاحب اشرفی مراد آبادی رح حضرت محدث اعظم ہند کے نانا حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے محبوب خلفاء میں سے تھے۔ جنہیں ان کے استاد اور شیخ حضرت مولانا محمد گل صاحب (افغانی) رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے زبردست عالم ہی نہیں بلکہ زبردست عامل اور اصطلاح تصوف کے مطابق حاکم اور صاحب خدمت تصرفات میں سے تھے وہ صدر الافاضل کو حضرت شاہ اشرفی میاں کی خدمت میں لے گئے تھے اور شاہ صاحب سے فرمایا تھا حضرت شاہ صاحب یہ لائق فائق فرزند میرا متبنیٰ شاگرد اور سب سے بڑھ کر میرا ذخیرہ آخرت ہے علوم ظاہری و روحانی سے میں جو کچھ دے سکتا تھا دے دیا اس کا جو حصہ آپ کے پاس ہے وہ آپ عطا کر دیں اور فرزندی میں قبول فرمائیں اس لیے حضرت شاہ صاحب صدر الافاضل پر خصوصی کرم فرماتے تھے اسی نسبت سے خانوادہ کچھوچھہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی نسبت رکھتا تھا اس واقعہ کی تفصیل ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی کسی کتاب میں نقل کی ہے (میں نے اس افتتاحیہ میں بہت سے باتوں پر اجمالی نظر ڈالی ہے اور تفصیلات سے صرف نظر کیا ہے۔)

علاوہ ازیں صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کی وجہ سے بھی گرویدگی کچھ زیادہ ہی تھی۔ مراد آباد میں حضرت شاہ صاحب اشرفی میاں کے مریدین کی تعداد کثیر رہی ہے لہٰذا یہ حضرات اکثر و بیشتر مراد آباد تشریف لاتے رہتے تھے۔ علاوہ ازیں مراد آباد محل وقوع کے لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل رہا ہے بہت سے شہروں کو جانے کے لیے مراد آباد ہی سے ریل گاڑی تبدیل کرنا ہوتی ہے اس لیے بہت سے حضرات اسٹیشن پر وقت گزارنے کے بجائے ہم خرما و ہم ثواب صدر الافاضل کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح آفتاب اشرفیت

کی شعائیں مراد آباد کی فضاؤں کو منور کرتی رہتی تھی۔ یہاں یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ راقم الحروف کو اپنی خوش بختی پر ناز ہے کہ مجھے اس شخصیت کے ساتھ روحانی نسبت حاصل ہے جس کے ساتھ میرے والد محترم اور میرے استاد محترم کو حاصل تھی۔ اور اسی نسبت کے سبب بچپن ہی سے جن اکابر علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ہے ان میں حضرت محدث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی ہے میں بچپن ہی سے حضرت محدث اعظم رح سے بے تکلیف رہا آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس جس کا تذکرہ آپ زیر نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے اس کے انتظامات کے سلسلہ میں ایک ماہ سے زائد مدت تک شب و روز حضرت صدر الافاضل اور حضرت محدث صاحب کی زیر ہدایت سرپرستی کام کرنے کا موقع ملا تو محدث صاحب کے سامنے بات کرنے میں جو جھجک تھی وہ بھی ختم ہوگئی لیکن بحمدہ تعالیٰ فرق مراتب کا لحاظ پہلے بھی تھا اور بحمدہ آج بھی بزرگوں کے باقی ہے اس کے علاوہ سنہ ۱۹۳۶ء میں حضرت محدث اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے تھے اور صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اس ادارہ کے بانی ناظم اعلیٰ اور میرے والد محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی نائب ناظم تھے اور جمعیۃ کا دفتر مراد آباد میں تھا لہٰذا حضرت محدث اعظم کی تشریف آوری مراد آباد میں کچھ زیادہ ہی ہوتی تھی اس لیے آپ کی خدمت میں حاضری کے مواقع بہت میسر آئے ان نشستوں میں جو باتیں سنیں ان کی افادیت آج معلوم ہو رہی ہے۔

گرامی قدر جناب الحاج ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف صاحب امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان کی ذات محتاج تعارف نہیں موصوف سلسلۂ اشرفیہ کے شیخ اول تارک السلطنۃ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی معنوی اولاد سے ہیں۔ اور سلسلہ کی اشاعت میں دامے درمے، قلمے، سخنے حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور اگر یوں کہوں کہ تن من

دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں تو بے محل نہ ہوگا۔

صاحب نسبت ہونے کے ساتھ اوائل عمری سے عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس عمر میں عبادت و ریاضت کے انداز وہی ہیں جو ہم صاحبان رشد و ہدایت کے ہوتے ہیں۔ رشد و ہدایت اور معاشی سرگرمیوں کے علاوہ سمجھ میں نہیں آتا تصنیف و تالیف اور سماجی و معاشرتی سرگرمیوں کے وقت کہاں سے نکالتے ہیں کئی کتابیں لکھ چکے ہیں شاعری کا بھی ذوق ہے۔ نعتیہ کلام مرتب کر رہے ہیں تاکہ زیور طبع سے آراستہ ہو سکے یہ کتاب مرتب کرکے اس کو فوٹو کاپی لے کر غریب خانے پر تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ اس کتاب پر تعارفی کلمات کہہ دیں میں اپنی معاشی اور معاشرتی مصروفیات کے علاوہ اپنی ہیچمدانی کا عذر کرکے معذرت کرنا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب کے خلوص اور ان یادوں کے حوالہ سے جن کا تعلق اس قیام سے ہے جنوری ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رہا تھا لہٰذا مجھے انکار کی ہمت نہ ہوئی اور کچھ نہ کچھ کہنے کی حامی بھر لی اس وقت مجھے یہ بھی خیال آیا کہ تم اہل قلم حضرات پر بخل غیر ذمہ داری کے طعنے دیتے رہتے ہو اب لکھنے کا موقع آیا تو پہلو تہی کرنا چاہتے ہو۔ یہ تو نصیحت و فضیحت والی بات ہوگی لہٰذا یہ چند سطور حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس سے بطور تعارف ثنائے عقیدت کہہ دی ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف صاحب کا تعلق رشد و ہدایت عبادت و ریاضت سے ہے اشاعتی دنیا سے ان کا واسطہ نہیں خود سادہ مزاج لہٰذا سادہ زبان میں شستگی و سلاست کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور انہیں الفاظ کو کاغذ پر منتقل کر دیتے ہیں گو آباؤ اجداد دہلی میں مقیم ہو گئے تھے لیکن ڈاکٹر صاحب نہ تو دہلی کی چٹخارے دار زبان بولتے ہیں۔ نہ کہتے ہیں زیر نظر کتاب بھی ڈاکٹر صاحب کے انداز کی عکاس ہے انہوں نے نہایت سادہ زبان میں حضرت محدث

اعظم ہند رح کی زندگی کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے انداز اور گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس موضوع پر بھرپور تحقیق مقالہ لکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے مواد جمع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ارادوں کی تکمیل میں کامیابی عطا فرمائے ڈاکٹر صاحب جس خلوص و سادگی کے ساتھ حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ پر یہ کتاب مرتب کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو مقبول فرمائے اور ڈاکٹر صاحب کی کوشش کو قبولیت سے نوازے اور ان کی علمی سرگرمیوں میں اضافہ فرمائے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں ان کی علمی و روحانی خدمات کو اجاگر کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔

تقریظ

از حضرت شیخ القرآن علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی اشرفی صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس اوکاڑہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

وہ اولیائے عظام جنہوں نے اس برصغیر میں دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی اور اہلِ اسلام کو اپنی علمی اور روحانی تعلیم سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ ان میں تارک السلطنت قدوۃ الکبرا محبوب یزدانی حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرہ الربانی کا نام نامی اور اسم گرامی نہایت ہی ممتاز اور معروف ہے لاکھوں بندگانِ خدا نے ان سے ہدایت پائی اور فیض یاب ہوئے۔ چودھویں صدی ہجری میں اسی خاندان کے چشم و چراغ شیخ المشائخ ہم شکل غوث الاعظم سید محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شہرت اور مقبولیت عطا فرمائی کہ ہزاروں لاکھوں عوام اور ملک بھر کے کثیر التعداد جلیل القدر علماء بھی ان سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت موصوف عام طور پر اشرفی میاں کے نام سے مشہور تھے۔ رئیس متکلمین سید المفسرین محدث اعظم ہند ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اشرفی میاں کے نسبتاً نواسے تھے۔ اور خاندان اشرفی کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی عملی تصویر تھے۔

جناب موصوف کو بالعموم حضرت محدث صاحب کچھوچھوی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ محدث صاحب قبلہ نے علوم دینی اور تربیت

روحانی سے فراغت کے بعد اسلام اور مسلکِ حق کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ اس طرح سرانجام دیا کہ آپ کی عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ سفر و سیاحت ہی میں گزرا عموماً ہر سال دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسہ میں تشریف لایا کرتے تھے اور پھر یہاں سے گجرات راولپنڈی، پشاور، لائلپور، بہاولپور، احمد پور شرقیہ، رحیم یار خان سکھر و کراچی کا دورہ فرماتے۔ اس فقیر کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان دوروں میں اکثر حضرت کا شرف معیت حاصل کرتا اور اس طرح ان سے استفادہ کا خصوصی موقعہ حاصل ہو جاتا۔ میرے پاس اپنی کم مائیگی علم کے باعث وہ زبان و قلم نہیں کہ حضرت کی خطابت پر تبصرہ کر سکوں۔ فخر المشائخ مخدوم و محترم پیر سید ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف اشرفی جیلانی دام فیضہ امیرِ حلقۂ اشرفیہ پاکستان نے اہلسنت بالخصوص وابستگان سلسلۂ عالیہ اشرفیہ پر احسان عظیم فرمایا ہے موصوف سلسلہ عالیہ کی نشر و اشاعت کے لیے شب و روز کوشاں ہیں۔

حضرت محدث صاحب کا یہ انخی خاکہ ڈاکٹر صاحب کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ "وہ سبحانہ و تعالیٰ" ان کو اس سے بھی زیادہ دینی و روحانی خدمت کی خدمت عطا فرمائے اور ان کے توسط سے مولائے کریم اشرفیت کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب فرمائیں" آمین۔

فقیر قادری و گدائے اشرفی ابو الفضل علاء علی اوکاڑوی
شیخ التفسیر والحدیث جامعہ حنفیہ دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑہ
پنجاب۔ ۲۰ صفر ۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

طویل عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسی ہستی جس کو اربابِ تفسیر میں سید المفسرین اور مدرسینِ حدیث میں محدث اعظم ہند کے لقب سے پہچانا جاتا ہے جس کے ہزاروں فتاویٰ عرب و عجم میں شائع ہوئے اور یکساں طور پر تسلیم کیے گئے جس کی خطابت بے مثل اور اندازِ تبلیغ بے بدل تھا جس کے مناظروں اور علمی وسعت و ہمہ گیری نے باطل کے بڑے بڑے پہاڑوں کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔ جس کا اندازِ بیان خواندہ اور ناخواندہ افراد کو مسحور کر دیتا تھا، جس کی شخصیت و وجاہت سے اپنے پرائے سب متاثر تھے جو علماء و صوفیاء کی محافل کی جان تھا جس کا نام نامی اسم گرامی حضرت ابوالمحامد سید محمد اشرفی الجیلانی محدث اعظم ہند کچھوچھوی تھا، جس کو سنہ ۱۹۶۰ء کے عشرہ سے قبل کی نسل خوب جانتی پہچانتی تھی، اس کے حالات زندگی فی الحال مفصلاً نہیں تو اجمالاً ہی قلمبند کیے جائیں اور سنہ ۱۹۶۰ء کے عشرہ کے بعد والی نوجوان نسل کو حالات سے آگاہ کیا جائے۔ تاکہ ان کو اندازہ ہو سکے کہ کیسے کیسے اکابر دین اس دارِ فانی کی زینت رہے ہیں اور اپنے اپنے وقت میں حسبِ تقاضائے حالات اللہ کے دین اور سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کرتے رہے۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر پنجاب اور سندھ کا دورہ ہوتا تھا لاہور کے رہنے والے، بہاولپور، رحیم یار خان کے باسی حضرت کو آج بھی جانتے پہچانتے ہیں۔ ہندوستان میں حضرت محدث کچھوچھوی کے مشن کو ان کے لائق صاحبزادگان بڑی کامیابی سے بڑھا رہے ہیں لیکن پاکستان میں ابھی تک

حضرت کے جانشین کا وُرودِ مسعود نہیں ہو سکا اس لئے یہاں کی نئی نسل حضرت کے فیض سے محروم ہے۔

حضرت کا تعلق برصغیر ہند و پاک کے انتہائی مشہور و معروف خاندانِ اشرفیہ کچھوچھا شریف سے تھا آپ نسباً غوث اعظم حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلِ پاک سے متعلق تھے جبکہ نسبتاً حضرت غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے چشتیہ اشرفیہ قادریہ اشرفیہ سلسلہ سے وابستہ تھے۔ لیکن غوث العالم کی معنوی اولاد کی نسبت سے مشہور تھے۔

پاکستان میں جو حضرات آج بھی حضرت سے متعارف ہیں وہ حضرت کو محدثِ اعظم ہند کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن آپ کا سلسلۂ بیعت و خاندان کیا تھا اس سے اکثر لوگ ناواقف ہیں جبکہ خواص نے ان معلومات کو عام نہیں کیا

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ عام سے عام علماء و صوفیاء کے حالاتِ زندگی پر بڑی بڑی کتابیں بازار میں موجود ہیں لیکن اپنے وقت کے ایسے جلیل القدر اور بے مثل خطیب اور علمی شخصیت کے حالاتِ زندگی پر ایک چھوٹی سی کتاب تو کیا کتابچہ بھی شائع نہیں کیا گیا ہمیشہ ہوتا یہی ہے کہ کسی شخصیت کے حالات پر اس کے گھرانے سے زیادہ اس کے ماننے والے یا جاننے والے عوام کو آگاہ کرتے ہیں صاحبِ قلم اپنی روانئ قلم کے جوہر دکھاتے ہیں لیکن حضرت کے معاملے میں صاحبِ قلم اور خواص نے جس بے اعتنائی کا ثبوت دیا وہ باعثِ افسوس ہے۔ بہرحال حضرت تو اپنی بے بہا تصانیف اور تفاسیر و تراجم کی وجہ سے علمی دنیا کی زینت رہیں گے لیکن ستم ظریفی تو یہ ہے کہ سلسلۂ عالیہ اشرفیہ جس سے آج علماء کا کوئی گھرانہ ایسا نہیں ہے جو مستفیض نہ ہوا ہو اور جس کی جھولی میں اس خاندان کا فیض نہ ہو لیکن اس کے متعلق بھی لوگ ناواقف تھے فقیر نے جب سلسلۂ عالیہ اشرفیہ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور پورے

ملک کے طول و عرض کا تفصیلی دورہ کیا تو شدت سے یہ محسوس کیا کہ سلسلۂ عالیہ اشرفیہ کے متعلق لوگ ناواقف ہیں جبکہ سلسلہ میں بیعت بھی ہیں اور خاندانِ اشرفیہ کے مخصوص لباس کو پہچانتے بھی ہیں لہٰذا فقیر نے یہ ضروری تصور کیا کہ بزرگانِ خاندانِ اشرفیہ کے حالاتِ زندگی کے متعلق کچھ نہ کچھ مواد عوام تک پہنچایا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں غوث العالم حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانی کے حالاتِ زندگی پر کتب شائع کی جاچکی ہیں اور اب محدثِ اعظم ہند کچھوچھویؒ کے حالاتِ زندگی پر یہ پہلی مختصر کتاب شائع کی جارہی ہے انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں مزید تفصیلات شائع کی جائیں گی۔

پاکستان میں دورانِ قیام فقیر کی مصروفیات کسی تالیف و تصنیف کی اجازت نہیں دیتی تھیں اس لیے آج کل لندن میں قیام کے دوران اتنا وقت مل گیا ہے کہ حضرت محدث کچھوچھویؒ کے حالات زندگی پر قلم اٹھایا جائے۔ لہٰذا اس وقت کو ضائع کیے بغیر یہ جسارت کر رہا ہوں ساتھ ہی ساتھ تمام ایسے حضرات جنہوں نے حضرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور حضرت کے کچھ ایسے حالات سے بھی واقف ہیں جو اس کتاب میں درج نہیں تو وہ حضرات دفتر حلقۂ اشرفیہ پاکستان صوبہ پنجاب معرفت دفتر اشرفی ٹاؤن کمرہ نمبر ۱۔ پہلی منزل رحمان چیمبرز ۱۳۲، حمید نظامی روڈ لاہور کے پتہ پر تحریراً مطلع فرمائیں یا پھر صدر دفتر حلقۂ اشرفیہ پاکستان ۱۴/۷، فردوس کالونی کراچی ۱۸، کے پتہ پر اپنی معلومات ارسال فرما کر شکر گزار فرمائیں انشاء اللہ ان کے نام کے ساتھ ان کی معلومات کو آئندہ ایڈیشن میں شائع کیا جائے گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ آج سلسلہ عالیہ اشرفیہ سے لوگ کافی متعارف ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ فقیر کی زندگی تو اشاعتِ دین و سلسلہ کے لیے وقف ہو چکی ہے تو مستقبل میں حلقۂ اشرفیہ پاکستان جو پاکستان میں اشرفی حضرات کی واحد رجسٹرڈ تنظیم ہے اور جس کے تحت کراچی

لاہور و دیگر بلاد ملک میں سلسلۂ اشرفیہ کے بزرگان کے سالانہ اعراس منعقد کیے جاتے ہیں، ان کے حالات زندگی پر کتابیں طباعت کرا کے پیش کی جارہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب میں ملک کے گوشے گوشے کے اکثر لوگ اس سلسلہ سے واقف ہو جائیں گے اور وقت آئے گا کہ ملک کا ہر گھرانہ فیض قادری جیلانی اور اشرفی سمنانی سے فیضیاب ہوگا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

دیباچہ

برصغیر ہندوستان پاکستان مع بنگلہ دیش کا کوئی چپہ اور گوشۂ زمین ایسا نہیں ہے جہاں بیرونِ ہند کے اولیا اللہ، صوفیائے کرام بزرگانِ دین اور علمائے محدثین نے اپنے وُرودِ مسعود سے اس سرزمین کو رونق نہ بخشی ہو۔ اللہ والوں کی یہ نقل مکانی کسی دنیاوی فائدہ کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے بھولے بھٹکے انسانوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے تھی ورنہ کون شخص دنیاوی فوائد کے لیئے اپنے وطنِ عزیز کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہتا ہے اگر ان نفوسِ قدسیہ کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان پاکیزہ شخصیات نے اس نقل مکانی میں کیا تکالیف برداشت کیں سیکڑوں میل کا سفر کرکے راستہ کی صعوبتیں برداشت کرکے جنگلوں صحراؤں اور پہاڑی راستوں کو عبور کرکے برصغیر میں قدم رکھا جو کفر کا گہوارہ ظلمت کدہ تھا۔ پھر اپنے حسنِ عمل اور نورِ محمدی سے اس خطۂ زمین کو کفر و ظلمت سے پاک کیا ایمان کی روشنی پھیلائی اور پھر وہ سرزمین جو مہادیو کے نعروں سے پراگندہ تھی اللہ اکبر کی اذانوں سے گونج اٹھی اور اللہ کا صادق کلام امر ہوگیا۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ

اللہ والوں کی اسی پاکیزہ جماعت میں ایک ممتاز و نمایاں شخصیت حضرت قدوۃ الکبرا مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی بھی تھی جس نے انتہائی نوعمری میں سمنان کے تخت و تاج کو صرف اللہ کی راہ میں قربان کرکے دنیاوی بادشاہت کو ترک کرکے ہمیشہ کے لیے تارک السلطنت کا لقب حاصل کیا اور علم و عرفان کی تمام منازل طے کرکے اللہ والوں کی جماعت میں

محبوبِ یزدانی غوث العالم کے مناصب و اعزازات سے نوازے گئے حضرت قدوۃ الکبرا کا ورود ہندوستان میں آٹھویں صدی کے دوسرے پہرے میں ہوا اور پھر ہمیشہ کے لیے اللہ کے اس ولی نے جو حسینی سیّد سمنانی تارک السلطنت تھا۔

ولایت کے اہم منصب "منصبِ غوثیّت" پر متمکّن ہوکر "غوث العالم" کے لقب سے مشہور و معروف ہوا اور حضور سیّد العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت میں طبقہ اولیاء میں محبوبیت کے مرتبۂ ثالث پر فائز ہوکر "محبوبِ یزدانی" کے لقب سے سرفراز ہوا اور عالمگیر تبلیغی و اشاعتی مشن کے لیے کچھوچھا شریف کو اپنا مرکز بنایا

حضرت قدوۃ الکبرا المخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے تقریباً ۱۲۰ سال کی عمر شریف پائی اور تبلیغ دینِ متین اور روحانی و نورانی بصیرت سے تقریباً ۸۵ لاکھ غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل فرمایا۔ سیکڑوں جیّد علمائے وقت کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ لاکھوں انسانوں کو سلسلۂ بیعت سے منسلک فرمایا متعدد تصانیف سے علمی دنیا کو فیضیاب کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے کیونکہ اذنِ مرشد کے مطابق شادی نہیں کی تھی اس لیے اپنے ہمشیرہ زادے جو غوث الثقلین حضرت میراں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی اولادِ امجاد سے تعلق رکھتے تھے ان کو معنوی بیٹا بنا کر نور العین کے خطاب سے نوازا ان کا اسم گرامی پھر تا قیامت سید عبدالرزاق نورالعین ہو گیا۔ حضرت سیّد عبدالرزاق نورالعین اشرفی الجیلانیؒ (جو حضرت قدوۃ الکبرا کے سجادہ نشین اوّل ہوئے) کے چار فرزندان تھے۔

۱. حضرت سیّد حسن اشرفی الجیلانیؒ
۲. حضرت سیّد حسین اشرفی الجیلانیؒ
۳. حضرت سیّد احمد اشرفی الجیلانیؒ
۴. حضرت سیّد فرید اشرفی الجیلانیؒ

جو بعدِ وصال حضرت سید عبد الرزاق اشرفی الجیلانی بالترتیب کچھوچھا شریف جونپور، بارہ بنکی اور جائس ضلع رائے بریلی کے صاحبِ ولایت ہوئے حضرت سید حسین اشرفی الجیلانیؒ سرکارِ ثانی کی اولاد آج کچھوچھا شریف اور بسکھاری کے علاوہ تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے یہ فقیر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی بھی سرکارِ ثانی حضرت سید حسین اشرفی الجیلانیؒ کی نسل سے متعلق ہے۔ سرکارِ کلاں کی اولاد تقریباً صرف کچھوچھا شریف میں مقیم ہے جبکہ سرکارِ ثانی کی اولاد تمام دنیا میں نقل مکانی کرکے پھیل گئی لیکن ان کا بھی مرکز آج بسکھاری اور کچھوچھا شریف ہی ہے البتہ سید احمد سرکارِ ثالث کی اولاد جائس ضلع رائے بریلی میں مقیم ہے حضرت سید فرید اشرفی الجیلانیؒ کی اولاد آگے چل کر سلسلۂ نسب اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے منقطع ہو گئی۔

حضرت سید المفسرین رئیس المتکلمین محدث اعظم ہند کچھوچھویؒ کا تعلق کیونکہ سرکارِ کلاں حضرت سید حسن اشرفی الجیلانیؒ کی نسلِ پاک سے تھا اس لئے صرف سرکارِ کلاں کے خاندان کے متعلق ہی مختصر تبصرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ حضرت سید عبد الرزاق نور العین کے تمام ہی فرزندان کی اولاد و نسل میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء و فضلاء اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے بقول حضرت قدوۃ الکبرا مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ "اولادِ نور العین میں تمام لوگ بوقتِ رحلتِ دنیا اللہ کے ولی ہوں گے" یہ حضرت کی دعائے خاص ہے اور مشاہدہ بھی بتاتا ہے کہ بعض افراد جو دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد ہی پلٹ کر دین کی راہ پر آ گئے اور آخر عمر تک اللہ کے دین کی تبلیغ میں وقت گزار دیا

خاندانِ اشرفیہ کچھوچھا شریف کو جو خاص مقام حاصل ہے اس کی دو وجوہ ہیں

۱۔ یہ خاندان صحیح النسب حسنی سادات پر مشتمل ہے اور اس کا تعلق غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم تک بغیر کسی قطع کے مسلسل ہے۔

۲۔ اس خاندان میں علم وفضل کے ساتھ صوفیت وخانقاہیت ایک ساتھ رہے ہیں اور آج بھی اس خاندان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے افراد بیک وقت صوفیٔ باصفا اور عالم باعمل ہوتے ہیں اسی لیے جید علمائے وقت اگر کسی صوفی خاندان میں کثرت سے مرید ہوتے ہیں تو وہ خاندان اشرفیہ کچھوچھا شریف ہے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھویؒ کے تیسرے دادا اور اعلیٰ حضرت شاہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں کے دادا ایک ہی تھے لیکن اعلیٰ حضرت اشرفی میاں حضرت محدث کچھوچھوی کے حقیقی نانا تھے اور اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حضرت امام المتکلمین سید احمد اشرف اشرفی الجیلانیؒ حضرت محدث کچھوچھوی داماد اور مرید تھے اس کے علاوہ علم الکلام و خطابت میں شاگرد تھے۔

حضرت شاہ سید قلندر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سید منصب علی صاحب سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت سید منصب علی صاحب سجادہ نشین نے اپنے بھتیجے حضرت شاہ اشرف حسینؒ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا ا۔ بعد سید اشرف حسین سجادہ نشین نے اپنے چھوٹے بھائی اعلیٰ حضرت شاہ سید محمد علی حسین اشرفی میاںؒ کو مسند سجادگی پر متمکن فرما کر خود گوشہ نشینی اختیار فرمائی خاندانِ اشرفیہ اور سلسلۂ اشرفیہ کی اشاعت جس خاص اور پُر زور طریقہ پر اعلیٰ حضرت اشرفی میاںؒ نے فرمائی اس کی اس خاندان میں نہیں بلکہ کسی دوسرے خاندان میں بھی مثال نہیں ملتی اشرفی میاںؒ ایک ایسے باجمال وباکمال بزرگ تھے جن کا چہرہ غوث الاعظمؓ سے مشابہ تھا بلکہ بروایت مولوی سیف خالد اشرفی فاضل جامعۂ اشرف کچھوچھا شریف آپ اپنے

جانب علیٰ سید الکونین سلطان الدارین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتاً مشابہت رکھتے ہیں جیسا کہ اس مبارک خواب سے ظاہر ہے جس میں آپکے پیر و مرشد عابد شب زندہ دار زاہد تہجد گزار حضرت مولانا اشرف حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہٗ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔

(روز نامچہ مولانا اشرف حسین جلد ۵)

آپ کی ہستی با برکات تھی آپ کی ہر بات کرامت تھی۔ ہر ادا نرالی تھی جب اعلیٰ حضرت اشرفی میاںؒ بریلی تشریف لے گئے تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ جس نے غوثِ پاک کو نہ دیکھا ہو وہ ہم شکلِ غوث الاعظم کو دیکھے۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ علماء میں اعلیٰ حضرت کا لقب مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے معروف ہے جبکہ صوفیاء میں اعلیٰ حضرت کا لقب شاہ سید محمد علی حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں کے لیے مخصوص ہے اعلیٰ حضرت اشرفی میاںؒ کے بوقت وصال ۲۲ لاکھ مرید تھے اور ۱۲۰۰ خلفاء تھے۔ جن میں ۲۵۰ جید علمائے وقت مرید اور خلیفہ تھے۔

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد سلسلۂ اشاعت اعلیٰ حضرت کے جانشین حضرت شاہ سید محمد مختار اشرف صاحب سجادہ نشینی جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست سیادت و خطابت نے اس کو مزید آگے بڑھایا۔ کیونکہ حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ رات و دن اپنی علمی و روحانی مصروفیات کی وجہ سے مستقل سفر فرماتے تھے لہٰذا حضرت خود ایک جیتی جاگتی خاندانی تصویر تھے برصغیر کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا ہو کوئی جلسہ ایسا ہو کوئی روحانی محفل ایسی ہو جہاں یہ اشرفی شہزادہ، علم و عمل کا پیکر، بہ انداز شاہانہ مسند نشین نہ پہنچا ہو اور محفل و اجلاس کی رونق میں اضافہ کا باعث نہ بنا ہو۔ آج اکثر علماء اپنے ترنم اور خوش گوئی اور شگفتگی کی وجہ سے کچھ مقام حاصل کئے ہوئے ہیں لیکن محدث اعظم

ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں کوئی چٹکلا کوئی خوش الحانی نہیں تھی بلکہ بارعب شخصیت کے علاوہ بارعب آواز، شیر جیسی گھن گرج تھی۔ خطابت میں ہیبت و جبروت کے ساتھ حلاوت کا بھی انداز تھا، مقفع مسجع فصیح و بلیغ خطاب ہوتا تھا اگر آیاتِ قرآنی کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے تو حقائق و معارف کا بحرِ قلزم ذخار، دل نشین فقرات اور ایمان افروز الفاظ طوفان خیز بحر ناپیدا کنار معلوم ہوتے تھے۔ اگر احادیثِ نبویؐ کی شرح و وضاحت پر مائل ہوتے تو رشد و ہدایت کی سنہری بدلیاں بارانِ رحمت میں مصروف نظر آتیں، اگر فضائل و محامد کی جانب دماغ راغب ہوتا تو بے شمار مسائلِ علم و عرفان حل فرماتے مجمع ہوتا کہ وجد آفریں میں جھوم رہا ہوتا تھا حاضرین پر کیف طاری ہوتا تھا اور ایمان تازہ ہوتا تھا دلوں سے سیاہی خود بخود دور ہو جاتی تھی یہی وجہ تھی کہ اسلامیانِ برصغیر ان کو زبدۃ المحدثین، قدوۃ المتکلمین کہتے تھے حقیقت یہ ہے کہ آج آنکھیں ڈھونڈتی ہیں ایسی وجیہہ شکل کو سماعت ترستی ہے ایسی گونج والی آواز کو عقل و دانش کی دنیا فاضلانہ اور محققانہ خطاب کے لیے بے چین نظر آتی ہے۔

بہرحال فقیر خود کو اس قابل تو نہیں سمجھتا کہ حضرت کی تعریف و توصیف کو بیان کرے بس صرف اپنے مختصر علم اور معلومات کے مطابق کوشش کی ہے کہ حضرت کے حالات زندگی کو کتابی شکل دینے کا اولین اعزاز و سعادت مجھے حاصل ہو، شاید حضرت کا فیضِ روحانی ہے جو فقیر کو آپ کے حالاتِ زندگی پر پہلی کتاب لکھنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔

حضرت رئیس المتکلمین سید المفسرین محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حضور غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بہ ایں تفصیل درج کیا جاتا ہے اور غوثِ پاک سے اوپر کا سلسلہ حضور سید الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور ہے۔

نسب نامہ

حضرت محدّث اعظم ہند کچھوچھوی (رحمۃ اللہ علیہ)

۱۔ حضرت سید ابو المحامد سید محمد اشرفی الجیلانیؒ

۲۔ ابن حضرت سید شاہ نذر اشرف اشرفی الجیلانیؒ

۳۔ ابن حضرت سید شاہ فضل حسین اشرفی الجیلانیؒ

۴۔ ابن حضرت سید شاہ منصب علی اشرفی الجیلانیؒ

۵۔ ابن حضرت سید شاہ قلندر بخش اشرفی الجیلانیؒ

۶۔ ابن حضرت سید تراب اشرف اشرفی الجیلانیؒ

۷۔ ابن حضرت سید محمد نواز اشرفی الجیلانیؒ

۸۔ ابن حضرت سید محمد غوث اشرفی الجیلانیؒ

۹۔ ابن حضرت سید جمال الدین اشرفی الجیلانیؒ

۱۰۔ ابن حضرت سید عزیز الرحمٰن اشرفی الجیلانیؒ

۱۱۔ ابن حضرت سید محمد عثمان اشرفی الجیلانیؒ

۱۲۔ ابن حضرت سید ابو الفتح اشرفی الجیلانیؒ

۱۳۔ ابن حضرت سید محمد اشرفی الجیلانیؒ

۱۴۔ ابن حضرت سید محمد اشرف اشرفی الجیلانیؒ

۱۵۔ ابن حضرت سید حسن اشرفی الجیلانیؒ

۱۶۔ ابن حضرت سید عبد الرزّاق نور العین اشرفی الجیلانیؒ

۱۷۔ ابن حضرت سید عبد الغفور حسن الجیلانیؒ

۱۸۔ ابن حضرت سیّد ابوالعباس احمد الجیلانی رح
۱۹۔ ابن حضرت سیّد بدر الدین حسن الجیلانی رح
۲۰۔ ابن حضرت سیّد علاؤ الدین علی الجیلانی رح
۲۱۔ ابن حضرت سیّد شمس الدین الجیلانی رح
۲۲۔ ابن حضرت سیّد سیف الدین الجیلانی رح
۲۲۔ ابن حضرت سیّد یحییٰ حموی الجیلانی رح
۲۴۔ ابن حضرت سیّد ابوالفرح محمد الجیلانی رح
۲۵۔ ابن حضرت سیّد ابوصالح عماد الدّین نصر الجیلانی رح
۲۶۔ ابن حضرت سیّد تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق الجیلانی رح
۲۷۔ ابن حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین عبدالقادر الجیلانی رض

اس سے اوپر کا سلسلہ آنحضرت صلعم تک مشہور ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیّد المفسرین　　رئیس المتکلمین

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ میرا عہد و وقت سب سے اچھا عہد و وقت ہے اور اس وقت سے جس قدر آگے آنیوالا وقت ہوگا یعنی قربِ قیامت کا وقت بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔

یہ میرا زمانہ ہے اور میرا زمانہ قیامت تک رہے گا کیونکہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے علماء کہتے ہیں کہ جس نے زمانے کو برا کہا اُس نے حضور ؐ کو برا کہا۔

آج عرفِ عام میں وقت کی بجائے زمانے ہی کو برا کہتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اگر گزرے ہوئے اوقات و لمحات اور ان کی پاکیزگی کا مطالعہ کیا جائے تو خوب اندازہ ہوتا ہے کہ اب واقعی کتنا خراب وقت آگیا ہے اور آئندہ کتنی خرابی واقع ہونے کا امکان ہے۔

ابھی ربع صدی قبل تک علماء کی خطابت علم کے تابع تھی علم عمل کے

تابع تھا خطیب کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالتا تھا جس کا وجود نہ ہو اور جس کا اسے علم نہ ہو اس کا پورا علم اس کے عمل کے تابع ہوتا تھا غرض علم و عمل کا پیکر جب منبرِ رسول ﷺ پر بیٹھ کر خطبہ دیتا تھا تو اس کا اثر دوبالا ہوتا تھا اور سننے والا شخص خوب جانتا تھا کہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے اس پر خود بھی عامل ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی ہیبت و جبروت سے انسانوں کو ڈرا رہا ہے تو خود بھی اس خالق سے ڈرنے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث شریف کو سنا کر عمل کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔ تو خود بھی اس حدیث شریف کی ہدایات پر عامل ہے۔

حقیقت ہے کہ انسان کسی چیز کا خود شاہد ہو اور وہ اس مشاہدے کو کسی کے سامنے پیش کرے تو اس کے بیان کرنے میں ایک عجیب کشش اور اثر ہوگا اور جس چیز پر عمل پیرا ہو کر وہ دوسروں کو اس کے مضرات و مفادات سے آگاہ کرے گا تو زیادہ مستند مانا جائے گا۔ چنانچہ ماسبق کے تمام **علماء و محدثین** محققین علم و عمل کے زیورات سے آراستہ ہوتے تھے اور ایسے علماء کو علمائے متصوفین یا علمائے ربانیین کہا جاتا ہے پہلے مدارس و درس گاہیں، خانقاہوں میں یا خانقاہوں کیساتھ ہوتی تھیں مدارس، درس گاہیں اور خانقاہیں، تربیت گاہیں ہوتی تھیں اور جب کوئی علم و عمل کا سنگم، علمی و روحانی رموز سے آگاہ، مشاہداتِ سرِّ الٰہی کا مخزن، چشمِ بصیرت نورِ الٰہی و نورِ محمدی سے معمور منبرِ رسول پر بیٹھ کر تبلیغِ دین کے لیے خطاب کرتا تھا تو عجیب کیفیت مجمع پر طاری ہوتی تھی۔

؎ ہر آنکھ میں آنسو ہوتے تھے
ہر لب پہ دعائیں ہوتی تھیں

چنانچہ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ علمائے متصوفین نے تبلیغِ دینِ متین میں جو خدمات انجام دیں یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ آج ہم کو کائنات کے گوشے گوشے میں "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہوتی نظر آتی ہیں۔ نبی علیہ التحیۃ والثناء نے کعبہ کو بتوں سے پاک فرمایا

تو خواجہ اجمیریؒ نے حضور سیدِ عالم ﷺ کی اتباع میں ہندوستان کے بت خانہ میں شمعِ نورِ ایمانی روشن فرمائی اور ۹۹ لاکھ غیر مسلموں کو مسلمان کیا خواجہ اجمیریؒ کون تھے کیا جاہل صوفی تھے ؟ داتا ہجویریؒ کون تھے ؟ کیا جاہل صوفی تھے ؟ محبوب الٰہی سلطان نظام الدینؒ کون تھے ؟ کیا جاہل صوفی تھے ؟ محبوبِ یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کون تھے ؟ کیا جاہل صوفی تھے ؟ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اوچھوی کون تھے ؟ کیا جاہل صوفی تھے ؟ اعلیٰ حضرت شاہ سید محمد علی حسینؒ ہم شکل غوث الاعظم اشرفی الجیلانی کون تھے ؟ کیا جاہل صوفی تھے ؟ حضرت سلیمان تونسویؒ کون تھے کیا جاہل صوفی تھے ؟ ۔ نہیں ۔ نہیں ! بلکہ یہی وہ علمائے راسخین صوفیائے کاملین تھے جنکی سندِ غلامی پر بڑے بڑے علماء و فضلاء نے فخر کیا ہے ۔ جنکی بارگاہ میں بڑے بڑے علم کے پہاڑ حاضری دینا سعادت سمجھتے تھے ۔

خانقاہی مدارس کی یہ شان رہی ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ عمل اور تزکیہ نفس کو لازمی قرار دیا گیا تھا کیونکہ صرف علم خواہ دینی ہو یا دنیوی وہ انسان میں تکبر غرور پیدا کرتا ہے یہی وجہ تھی کہ شیطان اتنا بڑا عالم اور ذی علم ہو کر بھی صرف اپنے علم کے غرور میں مارا گیا ۔ لہٰذا خانقاہی مدارس میں علم و عمل اور تزکیۂ نفس کو لازم قرار دیا گیا ۔ کیونکہ شیطان نفس کے ذریعہ انسان کو بدراہ کرتا ہے اور جب نفس کسی کے تابع ہو جاتا ہے تو وہ شیطان کے چنگل میں نہیں آتا بلکہ شیطان اس سے پناہ مانگتا ہے اور پھر اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلِصِیْنَ کے مصداق اللہ والوں کی طرف آنے کی ہمت نہیں کرتا علم کے ساتھ عمل اور تزکیہ نفس اس لیے ضروری ہے کہ نفس علم کے تابع ہو جائے ۔ علم پر عمل پیرا ہونے سے وہ چشم بصیرت حاصل ہوتی ہے وہ رموز و اسرارِ الٰہی کے مشاہدات سامنے آتے ہیں وہ حکمت اور فہم و ادراک حاصل ہوتا ہے کہ انسان کو صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات

بنادیتا ہے پھر اس کی سماعت اس کی بصارت اس کا ادراک امرِ الٰہی کا تابع ہو جاتا ہے اور پھر وہ جو کچھ کہتا ہے وہ، وہ نہیں کہتا بلکہ ؎

کوئی اور بولتا ہے میری زبان سے سمجھو

کے مطابق ہوتا ہے

انگریز نے برصغیر پر جب غاصبانہ قبضہ کیا تو اس کو سب سے مشکل کام جو نظر آیا وہ مسلمانوں کو تابع کرنا تھا ان کی حیثیت کو ثانوی کرنا تھا ان کو مکمل مغلوب کرنا تھا لیکن ان کے نورِ ایمان کی موجودگی میں، ان کے اتحاد و اتفاق کی موجودگی میں یہ سب کچھ ناممکن نظر آیا چنانچہ کافی غور و فکر کے بعد انگریز اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کو معاشی بدحالی کا شکار کیا جائے۔ ان کو دین سے دور اور دنیا میں ملوث کیا جائے ان میں اتحاد کی جگہ افتراق پیدا کیا جائے فرقہ بندی کے ذریعے سے ان میں علمی اور فکری و تخریبی جنگ شروع کرائی جائے۔ چنانچہ تقسیم ہند سے قبل کے حالات اور تحریک پاکستان کے ایام کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو یہ سب کچھ نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کو تجارت سرکاری ملازمت میں پیچھے رکھا گیا خارجی وہابی، قادیانی وغیرہ فرقے پیدا کیے گئے مدارس کو خانقاہوں سے الگ کیا گیا نتیجہ ظاہر تھا کہ پھر وہ سب وہ ہوگیا جو انگریز نے چاہا اور یہ فرقہ بندی آج اپنے عروج پر ہے کیونکہ انگریز کے پالے ہوئے اور پروردہ غلام و غلامانہ ذہنیت اب بھی اپنے مقام پر ہے مدارس خانقاہوں سے الگ ہوئے تو علم ایک طرف اور عمل ایک طرف ہوگیا علم و عمل کی ہم لسانیت ختم ہونے سے وہ فہم و ادراک اور مشاہداتِ اسرارِ غیبی میں فرق آگیا شیطان نے علم کے نام پر غلبہ حاصل کر لیا اور پھر تمام علمائے کرام صوفیا کو جاہل اور صوفیاء نے علماء کو نفس کا بندہ قرار دیا اس طرح یہ کشمکش ہنوز جاری ہے۔ اور شاید اب بھی ختم نہ ہو صوفیا کی علم سے دوری نے ان کو شریعت کے بہت سے احکام سے مبرا

کردیا اور عمل سے دوری نے علماء کو متکبر اور بغیر قلعی کا آئینہ بنا دیا حالات اس حد تک بگڑ گئے کہ صوفیاء اور علماء ایک دوسرے کی ضد بن گئے اور اس پر علمائے دیوبند نے مزید اضافہ کے ساتھ لوگوں کے اذہان کو غلط راہ پر ڈال دیا اور ہر کارِ خیر کو بدعت و شرک کا نام دے کر حقائق سے دور کردیا۔

بہر حال مندرجہ بالا تجزیہ و کوائف کے پر آشوب دور میں صرف ایک خاندان اور ایک خانقاہ ایسی رہی جسے انگریز قابو نہ کرسکا اور شاید یہ غوث الثقلین رحؒ کی پشت پناہی جو ان کو نسبًا حاصل تھی اور غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحؒ کی روحانی امداد تھی جو اس خاندان کو غوث العالم سے نسبتاً حاصل تھی کہ کچھوچھا شریف میں آج تک شریعت و طریقت، علم و عمل اور خانقاہ و مدرسہ کی ہم آہنگی برابر چل رہی ہے اور انشاء اللہ چلتی رہے گی۔

خاندانِ اشرفیہ کا ہر فرد غوث الأعظم محبوبِ سبحانی میراں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحؒ کی نسلِ پاک سے تعلق رکھتا ہے جبکہ حضرت غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحؒ سے نسبت اور معنوی اولاد کا تعلق ہے سلسلۂ اشرفیہ بیک وقت قادریت اور چشتیت کا سنگم ہے اس لیے "اشرفی" کا مطلب یہ ہے کہ چشتی قادری اور اللہ کے حبیب کے بعد ۳، محبوب کا یہ سلسلہ پروردہ ہے یعنی چشتیہ سلسلہ کے ۲، محبوب، محبوب الٰہی سلطان نظام الدین رحؒ اور محبوبِ یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحؒ اور قادری سلسلہ میں محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ یہی وجہ تھی کہ جب اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی اشرف میاں بریلی تشریف لے گئے تو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اشرفی میاں کی شکل دیکھتے ہی فرمایا تھا۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ پروردہ سہ ۳ محبوباں

حضرت غوث العالم محبوبِ یزدانی مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے آٹھویں صدی ہجری کے دوسرے پہرے میں سلطنتِ سمنان کو ترک فرما کر مجاہدات و ریاضت کے بعد اپنے پیر و مرشد سلطان المرشدین علاء الحق والدین گنج نباتِ قدس سرہٗ کی ہدایت کے مطابق صاحبِ ولایت کچھوچھا شریف ہو کر کچھوچھا کو زینت بخشی۔ حضرت قدوۃ الکبرائؒ کے ہمشیرہ زادے حضرت سیّد عبدالعزیز نورالعین قدس سرہٗ جو حضرت قدوۃ الکبرائؒ کے وصال کے بعد پہلے سجادہ نشینِ آستانۂ اشرفیہ ہوئے آپ حضرت قدوۃ الکبرائؒ کے معنوی بیٹے، مرید اور خلیفۂ اعظم و سجادہ نشین اوّل تھے حضرت نورالعینؒ کے چار فرزندان حضرت سیّد حسن خلف اکبر اشرفی الجیلانی، حضرت سیّد حسین خلف ثانی اشرفی الجیلانی، حضرت سیّد احمد اشرفی الجیلانی، حضرت سیّد فرید اشرفی الجیلانی تھے حضرت سیّد حسن خلفِ اکبر یا سرکارِ کلاں اشرفی الجیلانی کی نسل پاک میں مقتدر بزرگانِ سلسلہ پیدا ہوتے رہے جو اپنی علمی فضیلت اور روحانی بصیرت سے نمایاں مقام کے مالک تھے حضرت سیّد حسن اشرفی الجیلانی کی تیرھویں پشت میں ایک نامور بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت سید حکیم نذر اشرف اشرفی الجیلانی تھا یہ علمِ دین، علمِ حکمت اور علمِ روحانی میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے علمِ دین خصوصاً زبانِ عربی و فارسی کے ماہر تھے چشم دید تبصرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کے علم و فضل کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی عالمِ دین تقریر کرنے بیٹھا اور ابھی اس نے آیت کلام اللہ پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کرنی شروع کی اور اس سلسلے میں کوئی حدیث بیان کرنا چاہی ادھر حکیم سیّد نذر اشرف صاحب نے فوراً وہ حدیث پڑھ کر اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو بتا دی کہ فلاں حدیث پڑھے گا اور واقعی مقرر یا خطیب وہی حدیث شریف بیان کرتا تھا عربی اور فارسی میں آپ اشعار گو بھی تھے اور دقیق سے دقیق عربی و فارسی اشعار کے سہل زبان میں ترجمہ کرنے میں آپ کو ملکہ

حاصل تھا نباضی کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ آپ کو کوئی شخص آزمانے کے لیے کہ آپ کتنے بڑے حکیم ہیں اپنے گھر لے گیا اور پردے کے پیچھے سے ایک خاتون کے ہاتھ میں ڈوری باندھ کر آپ کو دے دی کہ نبض دیکھ لیں آپ نے کچھ دیر ملاحظہ فرمایا اور پھر خاتون کا مرض بتایا دوا لکھی جس کے استعمال سے وہ خاتون صحتیاب ہوگئی۔

ولادت

حضرت علامہ مولانا حکیم سید نذر اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا بیٹا عطا فرمائے جو دین و دنیا میں ان کے لئے باعثِ افتخار ہو۔ اپنے اورادِ خاص اور اوقاتِ خاص میں بارگاہِ خداوندی میں اکثر اپنے مالکِ حقیقی سے دعا مانگتے تھے اس کے علاوہ اپنے وقت کے انتہائی باکمال باجمال بزرگ اعلیٰ حضرت اشرفی میاںؒ جو حضرت نذر اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے خسر بھی تھے ان کی دلی آرزو یہی تھی کہ صاحبزادی کے ہاں ایک ایسا صاحبزادہ پیدا ہو جو دین و دنیا میں نام روشن کرے اور اللہ کے دین کی تبلیغ کے فرائض کما حقہ انجام دے حضرت اشرفی میاں بھی اپنے اوقاتِ خاص میں دعا فرماتے تھے اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے آستانۂ اشرفیہ پر بھی دعا کی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ارادوں اور خواہشات کو پورا فرماتا ہے چنانچہ جب اعلیٰ حضرت کو اطلاع ملی کہ صاحبزادی کے ہاں خوشی ہونے والی ہے تو آپ مراقب ہو گئے۔ بعد فراغتِ مراقبہ یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک کے صدقہ میں ایک ایسا بیٹا عطا فرمائے گا جس پر میں دین و دنیا میں فخر کروں گا۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاںؒ کی یہ عام کرامت تھی کہ آپ ایک ایک دو دو سال قبل اولاد کی ولادت کی خوش خبری سنا کر نام رکھ دیا کرتے تھے اسی لیے جب اعلیٰ حضرت نے نواسے

کی پیدائش کی خوش خبری بیٹی کو سنائی تو ان کو مکمل یقین ہو گیا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اب تولد ہونے والے بیٹے کی آمد آمد کی تیاری بہت زور و شور سے شروع ہوئی عام طور پر ولادت سے قبل خواتین ایسے کپڑے تیار کرتی ہیں جو لڑکا یا لڑکی دونوں پہن سکیں لیکن یہاں چونکہ اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی سامنے تھی اس لیے صرف لڑکے کی مناسبت سے کپڑے تیار کیے گئے ایامِ حمل کے دوران اعلیٰ حضرت کی صاحبزادی جائس ضلع رائے بریلی میں حضرت شاہ سید علی حسین اشرفی اخیذ جائسی کے ہاں قیام پذیر تھیں اور وہیں یہ امید و بیم کے لمحات گزر رہے تھے کہ ماہ ذلیقعد کی چودھویں اور پندرھویں تاریخ کی درمیانی شب صاحبزادی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ ان کے ہاتھ میں کتابِ حدیث و قرآنِ عظیم دیکر مبارکباد دیتے ہیں ان کی آنکھ کھل گئی اور اسی وقت دردِ زہ شروع ہو گیا لیکن بہت معمولی تکلیف محسوس ہوئی اور پھر مسجد سے مؤذن کی آواز آئی کہ دنیائے علم و عرفان کے تاجدار سیّد المفسّرین رئیس المتکلمین محدثِ اعظم ہند حضرت سیّد محمد اشرفی الجیلانی ؒ نے اس دارِ فانی میں قدم رنجہ فرمایا۔ تمام گھر جو مستورات سے بھرا ہوا تھا۔ مسرّت و شادمانی کے نغموں سے مزیّن ہو گیا حضرت کے والدِ ماجد کو یہ خوشخبری مسجد میں سنائی گئی اور فوراً نمازِ فجر کے لیے جماعت کھڑی ہو گئی حضرت سیّد نذر اشرف اشرفی الجیلانی ؒ کی یہ نمازِ باجماعت اپنے رب کے حضور شکرانے اور نذرانے کا ذریعہ بن گئی بعد فراغت صلوٰۃِ اشراق حضرت سیّد نذر اشرف صاحب گھر تشریف لائے اور دیگر خاندانی بزرگ حضرات جو جائس میں مقیم تھے سب نے مل کر نومولود صاحبزادے کو گود میں آبِ نہر شریف، حضرت مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی اور آبِ زم زم شریف میں شہد گھول کر صاحبزادہ کو دنیا کی پہلی خوراک کے طور پر دیا گیا آستانہ اشرفیہ کا کاجل آنکھوں میں لگایا گیا ہاتھ میں قرآن و حدیث

شریف رکھ کر اور پھر دوات قلم ہاتھ میں دے کر کچھ تحریر کرایا گیا یہ خاندانِ اشرفیہ میں علم کی ترسیل کا شگون ہے۔

حضرت محدث اعظم کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ قرآن کی تلاوت فرماتی تھیں تو آپ بہت غور سے تلاوت کو سنتے تھے اور جب گھٹنے چلنے لگے تو اکثر دوڑ کر قرآن پاک جہاں رکھا جاتا تھا وہاں پہنچ جاتے تھے اور اللہ کی اس کتاب کو ہاتھ لگانے کی کوشش کیا کرتے تھے اکثر والدہ ماجدہ کے ساتھ مسجد سے باہر چلے جاتے تھے اور والدہ کی نقل میں ارکانِ نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ بتایا گیا ہے کہ جب حضرتؒ نے پہلی بار بولنا شروع کیا تو صرف اللہ محمدؐ کے الفاظ بولے بہر حال اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی کے مطابق آئندہ زندگی میں دنیائے اسلام کا یہ نامور فرزند بڑے ناز و نعم سے پالا جا رہا تھا۔ گھرانا پاکیزہ، خاندان اعلیٰ و ارفع حسب نسب ممتاز و بالا غرض آگے پیچھے کوئی جھول نہیں تھا زندگی اس پاکیزہ ماحول میں گزرتی رہی عمر شریف بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ ۴ سال، ۴ ماہ، ۴ دن کے ہو گئے اور پھر آپ کی رسمِ تسمیہ خوانی ایک انوکھے انداز اور روایاتِ خاندانی سے الگ طریقے پر ادا کی گئی یعنی صرف ۴ پیسے کی شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر یہ رسم ادا کی گئی جبکہ خاندانِ اشرفیہ میں رسمِ تسمیہ خوانی بہت دھوم دھام اور خاص اہتمام کے ساتھ منعقد ہوتی ہے شاید یہ سادگی اس لئے رکھی گئی تھی کہ اس جیلانی سمنانی شہزادہ کو اتنا بڑا فاضل اور محدث اعظم ہونے کے باوجود بہت سادہ زندگی گزارنی تھی کچھوچھا شریف کے ایک دور افتادہ دیہات میں مٹی کے کچے مکان میں رہنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کو سادگی کا درس دینا تھا۔

تعلیم :۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز حسبِ دستورِ خاندانِ اشرفیہ تعلیم القرآن سے گھر پر کیا گیا اور آپ کی والدہ ماجدہ نے صرف چھ ماہ میں قاعدہ

بغدادی اور پارہ عَمَّ ختم کرادیا پہلے پارہ کے ختم ہونے پر ایک خاص قسم کی تقریب منعقد ہوئی جس میں خاندانی بزرگ حضرات نے کثرت سے شرکت فرمائی خوب شیرینی تقسیم ہوئی اور صدقات دے گئے۔ اشرفی خاندان میں بچہ کے ہر پارہ کو ختم کرنے پر شیرینی تقسیم کرنے کا رواج ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کا نتیجہ تھا کہ حضرت محدث اعظم ہند نے صرف ۲۹ دن میں بقیہ ۲۹ پارے ختم فرمائے یعنی ۵ سال کی عمر شریف میں آپ نے ناظرہ قرآن پاک ختم فرمایا پھر درجہ دوئم تک خوش خطی اور ریاضی آسان اردو وغیرہ کے لیے آپ کو آپ کے نانا کے قائم کردہ مدرسہ میں داخل کیا گیا جہاں آپ نے انتہائی عمدگی سے خوش خطی سیکھی ریاضی اردو وغیرہ کے اسباق ختم فرمائے، درجہ دوئم کے بعد حضرت کے والدِ ماجد حضرت سیّد نذر اشرف اشرفی الجیلانیؒ نے (جو خود ایک بہت بڑے پائے کے معلم درسِ نظامیہ تھے) خود اپنے لائق فرزند کو پڑھانا شروع کیا۔ فارسی میں "آمد نامہ"، مصدرِ فیوض، دستور الصبیان، بہارِ عجم، گلستان، بوستان، شبنم شاداب، مینا بازار، انوارِ سہیلی، قصائدِ عرفی، سہ نثر ظہوری، بدر چاچ" اور زبان عربی میں 'میزان، مشعب، پنج گنج زبدہ دستور المبتدی، صرفِ کبیر، علم الصیغہ، نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایت النحو، کافیہ' یہ تمام کتب حضرت کو آپ کے والد ماجد اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ اشرف کے معلّمین نے پڑھائیں ماشاء اللہ ذہن بلا کا پایا تھا۔ فہم و ادراک کی حالت باعثِ حیرت تھی تمام ہی استاد حضرت کی خداداد ذہانت اور عقل و دانش پر انگشت بدنداں تھے اکثر آپ ایک روز میں ۴ ۴، ۶، ۶۔ ۶ اسباق یاد فرما کر اور ان کے مفہوم و تراجم فرما کر اپنے استاد سے مزید اسباق پڑھنے کی خواہش ظاہر فرماتے۔

یہ سلسلۂ تعلیم جاری تھا کہ ایک موذی مرض نے آگھیرا اور آپ چیچک کے مرض میں مبتلا ہوگئے اور تقریباً تین سال سخت علیل رہے اس دوران سلسلۂ تعلیم منقطع

رہا لیکن پاکباز ماں اور ولیٔ کامل نانا کی دعائیں بارگاہِ خداوندی میں مستجاب ہوئیں اور آپ صحت یاب ہوئے اور پھر ماشاء اللہ صحت نے ایسی ترقی کی کہ دیکھنے والے حیران ہوتے تھے۔ تعلیم کا سلسلہ پھر جاری ہوا اور اس مرتبہ برصغیر کے سب سے مشہور اور گراں مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں داخل کروائے گئے جہاں سے آپ نے مولوی و مولانا کی اسناد حاصل کیں پھر لکھنؤ سے علی گڑھ تشریف لے گئے اور استاذ العلماء مفتی لطف اللہ صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے شرح تجوید القرآن، الافق المبین کے اسباق انہماک سے ختم فرمائے مفتی لطف اللہ نے جو سند عطا فرمائی اس میں حضرت کو علامہ کے لقب سے نوازا علامہ درحقیقت علم کی "سپر" ڈگری مانی جاتی ہے اور یہ ہر ایک عالم کو نہیں دی جاتی تھی آج تو دو تین کتابیں پڑھنے والا مولوی بھی علامہ کہلاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے علامہ اسکے نام کے ساتھ لکھنا بھول جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ لیکن جس وقت حضرت محدث اعظم ہند زیرِ تعلیم تھے اس وقت تو شاذ و نادر ہی لوگ علامہ کے لقب سے سرفراز کیے جاتے تھے۔ علی گڑھ سے آپ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے یہاں آپ نے صحاح ستہ کے علاوہ موطا و معانی الآثار وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھیں اور سند حاصل فرمائی اس کے بعد آپ فتاویٰ نویسی کے سلسلے میں بریلی تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کی صحبت اختیار فرمائی اور فتاویٰ نویسی کا شغل جاری رکھا یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کو خاندانِ اشرفیہ کچھوچھا شریف سے بے انتہا محبت تھی اور صحیح النسب سادات ہونے کی وجہ سے اس خاندان کے ہر فرد کا احترام فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلویؒ جیسے عاشق رسول جن کو سرکارؐ نے کھلی آنکھ دیدار کرایا بھلا کہاں یہ برداشت کر سکتے تھے کہ کوئی سید ان کے مدرسہ

میں کم درجہ سمجھا جائے یا اس کو اعلیٰ حیثیت حاصل نہ ہو اور پھر محدث کچھوچھوی تو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے حقیقی نواسے تھے چنانچہ حضرت محدث اعظم ہند کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنے گھر پر رکھا اور بہت عزت و احترام سے رکھا فتاویٰ نویسی کا فن حاصل کر کے اور اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت کی دعائیں و برکتیں لیکر آپ بدایوں آستانہ قادریہ پر تشریف لائے یہاں آپ نے حضرت مقتدرِ اعظم مولانا شاہ مطیع الرسول القادری کے حلقۂ درس میں داخلہ لیا اور سندِ حدیث حاصل فرمائی حضرت محدث کچھوچھوی کو یہ تیسری بار سندِ حدیث ملی تھی چنانچہ حضرت مطیع الرسول القادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو محدث اعظم کے لقب سے نوازا کیونکہ حدیث شریف کے علم میں اور اس کے فہم میں حضرت محدث کچھوچھوی کو ملکہ حاصل تھا الغرض جیلان دسمنان کا یہ عالی مرتبت شہزادہ جب محدث اعظم ہند کے لقب سے سرفراز ہوا تو اس وقت اس کی عمر شریف صرف ۱۷ سال تھی اور ریشِ مبارک نکل رہی تھی چنانچہ بدایوں سے حضرت محدث اعظم ہند دہلی تشریف لائے جہاں آپ نے حضرت سید محمد میر صاحب کے زیر سرپرستی مدرسہ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا قانونِ شیخ اور رسالہ قشریہ پڑھانے والے مدرسین بھی آپ کے درس میں شریک ہونے لگے حدیث کے درس کے ساتھ تالیف و تصنیف کا سلسلہ بھی شروع فرمایا اس کے علاوہ علمِ طب علومِ تصوف کی طرف بھی متوجہ ہوئے یہاں حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اہم مناظرہ میں حصّہ لیا اور باطل قوتوں کو پاش پاش فرمایا حضرت نے فرقہ باطلہ کے ردّ اور تبلیغِ حق کے سلسلہ میں ۳۵ مدلّل اور مبسوط رسالے شائع فرمائے جو مطبوع ہو چکے ہیں اور شاید اسی قدر غیر مطبوعہ ہیں حضرت کے مزاج میں جدّت اور بیان میں ندرت تھی معارف و معانی کے بیان میں قدرت حاصل تھی۔ لہٰذا آپ نے ہر فن میں کسی نہ کسی انداز میں اپنی شان کے جوہر حاشیہ کی صورت میں ضرور دکھلائے۔

شادی، بیعت اور خلافت

سیّد المفسرین رئیس المتکلمین حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی خانہ آبادی عقد نکاح ۲۲ سال کی عمر شریف میں ہوا۔ ۲ سال تک دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم رکھا کہ اچانک حضرت کو باطنی جذبات نے منازل عرفان طے کرنے کا فیصلہ کرایا آپ دنیا سے دامن بچا کر اپنے مرکزِ عقیدت آستانہ اشرفیہ کچھوچھا شریف تشریف فرما ہوئے اور اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ سید شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانیؒ کی ہدایت پر اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے سلطان الکلام منبعِ اسرارِ نور الٰہی حضرت سید شاہ احمد اشرف اشرفی الجیلانیؒ ولی عہد سجادہ نشین سرکار کلاں آستانۂ اشرفیہ کچھوچھا شریف سے بیعت ہوئے اس کے بعد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور مولانا موصوف کے ایماء پر چلہ کشی میں مصروف ہو گئے۔ ۳ سال تک زبردست مجاہدات اور ریاضت فرمائی یہاں تک کہ اسمِ ذات اور اسمِ صفات کے ورد سے آپ میں آثارِ جہانگیری نمایاں ہو گئے دعائے سیفی شریف کی اجازت عطا ہوئی پھر دیگر خاندانی اوراد و وظائف بھی مع ۱۴ سلاسل کی اجازت و خلافت کے عطا ہوئے۔ اور خاندانِ اشرفیہ کا یکتائے زمانہ تاجِ اشرفیہ سر پر رکھا گیا۔

اس طرح یہ شہزادہ سمنان و جیلان تاجدارِ اشرفیہ ہو گیا بعد تکمیلِ علومِ حال و قال آپ کی شادی و عقد نکاح آپ کے پیر و مرشد ماموں و استاد کی دختر نیک اختر سے ہوئی جن سے آپ کے ہاں ماشاء اللہ ۴ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں اس دنیا میں تشریف فرما ہوئیں حضرت کے سب سے بڑے صاحبزادے جذب کی کیفیت میں رہے اور پھر اچانک کہیں غائب ہو گئے جن کا آج تک کوئی پتہ نہیں دوسرے صاحبزادے جناب حسن مثنیٰ نہایت فاضل

شخصیّت اور بھارت کے ممتاز ادیبوں اور شاعروں میں سے ہیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے انگلش کیا ہے اور اب حضرت مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی کے فارسی ترجمہ کردہ قرآن پاک کو انگریزی میں ٹرانسلیٹ فرمارہے ہیں یعنی فارسی ترجمہ کو انگریزی زبان میں منتقل فرمارہے ہیں۔

حضرت محدث اعظم کچھوچھوی کے تیسرے فرزند حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی مدظلہٗ حضرت محدث کچھوچھوی کے جانشین ہیں اور ماشاء اللہ علم و فضل تقویٰ و روحانیت میں اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔ عظیم مفکّر ادیب اور انشاء پرداز ہیں تبلیغِ دینِ متین اور اشاعتِ اسلام و سلسلۂ اشرفیہ میں تاریخی خدمات انجام دے رہے ہیں زبردست خطیب محقّق اور مفسّر بھی ہیں اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں اس فقیر نے حضرت شیخ الاسلام کی صرف ایک مرتبہ تقریر سنی ہے جو آپ نے صالح پور میں "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ" پر فرمائی تھی بس اس تقریر کو سن کر دل خوش ہو گیا کیا روانی تھی کیا تحقیقی انداز تھا، کیا معارف و معانی بیان فرمائے یہ زبان کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہے حضرت مدنی میاں صاحب برطانیہ میں بہت مقبول ہیں۔ سُنّی علماء و صوفیاء جو برطانیہ میں مقیم ہیں ان سب میں آپ یکساں عزیز ہیں۔ ہر طبقہ و جماعت اپنے باہمی اختلاف کے باوجود آپکو یکساں عزت دیتی ہے میرا خیال ہے کہ اگر حضرت ایک مرتبہ پاکستان کا دورہ فرمائیں تو یقیناً پاکستان میں آپ کی اسی طرح پذیرائی ہو گی۔

چوتھے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد ہاشمی اشرفی الجیلانی ہیں یہ بھی بہت بڑے فاضل مقرّر ہیں بلکہ ان کا اندازِ خطابت تو بالکل ہی حضرت محدث اعظم ہند سے ملتا ہے۔ یہ ہندوستان کے جنوبی اور شمالی حصّہ میں بہت مقبول ہیں اہل تشیع مجتہدین سے کئی مناظرے آپ نے کیئے اور ہر ایک مناظرہ میں کامیابی

حاصل فرمائی اور کیوں نہ ہو ایسے باپ کے بیٹے ہیں جس کی دھوم سارے عالمِ اسلام میں تھی اور دیوبندی، وہابی جس کا نام سن کر لرزتے تھے ۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھویؒ نے جب تمام رموزِ حال وقال سے فراغت پائی اور عقد و نکاح کے بعد خارجی دنیا میں قدم رکھا تو محسوس فرمایا کہ اسلامیانِ ہند کو اور عالم اسلام کو آپ کی سخت ضرورت ہے چنانچہ آپ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی دورے شروع کیے کچھ عرصہ اپنے ماموں اور سسر و استاد حضرت علامہ خطیب الامت عارف باللہ سید احمد اشرفی الجیلانی قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ تبلیغی دورے کیئے اور خطابت کے وہ انمول جواہر حاصل کیئے، جو حضرت مولانا کو اللہ کی ودیعت تھے حضرت محدث اعظم ہند نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرا مرشد (مولانا احمد اشرفؒ) اس وقت تک تقریر شروع نہیں کرتا تھا جب تک چشمِ تصور سے سرکارِ دوجہاں کی زیارت نہ کر لیتا تھا صرف اتنی بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا احمد اشرف صاحبؒ کا کیا مقام تھا بلکہ اس مقام پر یہ کہنا مزید وضاحت اس طرح ہوگی کہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ حضرت مولانا کو خاص طور پر بریلی بلوا کر اپنی محافل کی رونق میں اضافہ فرماتے ہیں اور جب حضرت مولانا تقریر فرماتے اور جتنی دیر تقریر فرماتے تو اعلیٰ حضرت بریلوی اتنی دیر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر تقریر سنتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ حضرت مولانا صاحب کے وعظ کے دوران مجھے سرکارِ مدینہ کے دربار میں کھل کر حاضری نصیب ہوتی ہے اور یہ میرے بس سے باہر ہے کہ میں سرکار کے سامنے بے ادب رہوں، یعنی بیٹھا رہوں ۔ اعلیٰ حضرت بریلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب کیونکہ صحیح النسب آلِ رسولؐ اور فنا فی الرسول ہیں لہٰذا

اپنے نانا کی تعریف جس قدر ان کے منہ سے اچھی لگتی ہے اور صحیح تعریف ہوتی ہے وہ کسی اور سے نہیں ہو سکتی اب اندازہ کریں حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی شخصیت سے تربیت پائی تھی، کیسا استاد اور کیسا شاگرد۔ سبحان اللہ

مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانیؒ ۱۳۴۷ھ - ۱۲۸۶ھ اشرفی خانوادہ کے وہ جلیل القدر فرزند ہیں کہ جن کی شخصیت عالم ربانی، عارفِ حقانی واعظ لاثانی افتخار اولادِ غوثِ اعظم جیلانیؓ جیسے القاب رسماً نہیں واقعتاً موزوں ہوتے ہیں۔ کمالاتِ علمی وفضائلِ روحانی کے وہ مجمع البحرین تھے۔ شریعت و طریقت کا نظرافروز سنگم تھے اکتسابی علم کے ساتھ ساتھ انہیں علم لدنی بھی حاصل تھا تاریخ بتاتی ہے کہ وہ عمر کے تقریباً ۲۵ برس تک طالب علم رہے اور مولانا لطف اللہ علی گڑھ والے اور مولانا احمد حسن کانپوری جیسے یکتائے روزگار ماہرین کے خرمنِ علم کے خوشہ چینی کی انہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادۂ فتاویٰ نویسی کا بھی شرف حاصل ہوا تطہیر باطن، تزکیۂ قلب اور تصوف و سلوک کی تعلیم و تکمیل ان کے والد ماجد اعلیٰ حضرت محبوب ربانی شاہ علی حسین اشرفی جیلانیؒ اور عمِ بزرگوار واقفِ اسرارِ قاب قوسین حضرت مولانا اشرف حسین قدس سرہ۔ اور دیگر بزرگوں کی توجہ خاص نے کی انہیں معین احمد سجادہ نشین بہار شریف کی روحانیت سے بھی استفادہ کرنے کا موقع ملا اس انسان کی فضیلت و بزرگی اور بے مثلی شک و شبہ سے بالاتر کیسے نہیں ہو گی جس کے سر پر حامئ بیکساں فضیلت پناہِ رسولاں سرکار الاقرار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے دستارِ فضیلت باندھی ہو۔

(روزنامچہ مولانا اشرف حسین جلد سوم صفحہ ۱۰۵)

وہ پورے خاندان کی آنکھوں کا تارا نگاہوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا چین تھے۔

حق تو یہ ہے کہ جس طرح عظیم المرتبت باپ نے ولایت وتصوّف اور علومِ باطنی کے اندر صدیوں کے محیط کیے ہوئے خاندانی سلسلہ کو جوڑا اور محبوبِ یزدانی مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی ولایت کا پرتو بنے بالکل اسی طرح خانوادہ اشرفیہ کا یہ گُلِ سرسبز اور لائق فرزند علومِ ظاہری کے اندر علیحدہ شدہ زنجیروں کو ملانے کا سبب بنا اور مخدوم اشرف سمنانیؒ کے فضائل وکمالاتِ علمی کا عکسِ جمیل ثابت ہوا۔ وہ جمالِ باطن کے ساتھ جمالِ ظاہر سے بھی آراستہ تھے وہ قدرت کا حسین شاہکار تھے! ایسا جمال چشمِ فلک نے روئے زمیں پر بہت کم دیکھا ہو گا۔ خاندانِ اشرفیہ چشتیہ میں اس وقت محدث اعظم، مخدوم المشائخؒ مجاہد دوراں، شیخ الاسلام اور غازیٔ ملّت کی صورتوں میں عظیم شخصیات ورجال کا جو نورانی سلسلہ ہم دیکھ رہے ہیں مولانا احمد اشرف اس کی پہلی کڑی ہیں بلکہ باعثِ حقیقی۔ ان کے علم وفضل اور روحانی برتری کا اعتراف جملہ عباقرہ عصر کو تھا تقریر وخطابت میں وہ لاثانی تھے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین اشرفی مرادآبادی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ خطابت کے اندر کون افضل ہے؟ مولانا احمد اشرف یا محدث اعظم جواب دیا! "محدث اعظم خطابت کے سر کا ایک بال ہیں اور مولانا احمد اشرف مکمل سر!

اور کیوں نہ ہو جبکہ زبان مولانا اشرف کی ہوتی تھی اور بولتا کوئی اور تھا صد افسوس کہ مخالفت برائے مخالفت کے غبار نے آسمان پر چھا کے اس مہرِ نیمروز کی تابانی کو کما حقہٗ پھیلنے نہیں دیا۔ با ایں ہمہ جہاں جہاں بھی اس آفتاب کی روشنی پڑی وہ گوشہ جگمگا اٹھا جس کی ایک روشن مثال بھاگل پور انڈیا کی آبادی ہے جو تہذیب وتمدّن اور علم ودانش سے نا آشنا تھی اس آفتاب کی روشنی پڑتے ہی انقلاب آیا اور اسی آبادی کا ایک فرد امام المعقولات والمنقولات مولانا سلیمان اشرفی فاضل بہاری بنا، تو دوسرا

عمدۃ المحققین مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بن کر آسمانِ علم پر نصف صدی تک جگمگاتا رہا آج وہ آبادی معیشت کا قلعہ ہے اشرفیت کا مرکز ہے۔

اہلِ سنت کی فرض ناشناسی اور تساہلی پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے کہ ایسی ایسی عظیم شخصیات کے ہوتے ہوئے بھی ہم ان کی سیرت و کردار اور کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہے۔

حضرت اقدس مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانیؒ نہایت شیریں زبان، مترنم سخن اور خوش گلو تھے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بے مثل اور معروف "قصیدۂ معراجیہ" کو آپ نے بے مثل ترنم عطا فرمایا تھا۔ عاشقِ رسول آلِ رسول کی زبان اور معراجِ رسول کا بیان جب ترنم ریز ہوتے تو سامعین پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی، ہر ایک وجد و کیف کے عالم میں اپنے کو محسوس کرتا۔ فاضل بریلوی قدس سرہٗ اکثر و بیشتر آپ کی زبان سے اپنا "قصیدۂ معراجیہ" سنا کرتے اور محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا حضرت قصیدۂ مبارکہ اپنے سحر آگیں ترنم میں سنا رہے تھے فاضل بریلویؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور عالمِ بیخودی میں یہ کلمات زبانِ مبارک سے نکلے کہ شہزادے نہ ایسا پڑھنے والا پیدا ہوگا نہ ایسا لکھنے والا پیدا ہوگا۔

حضرت خطیب الامت عارف بااللہ فنا فی الرسول نے بہت جلد اس دارِ فانی کو داغِ مفارقت دے دیا اور پھر حضرت مولانا صاحب کا کام حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھال لیا حضرت محدث اعظمؒ نے پورے برِصغیر کے طول و عرض میں دورے فرمائے اور اپنے انوکھے اندازِ خطاب سے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا کہ جس جلسہ اور جس محفلِ میلاد کے اشتہار میں یا اخبار میں حضرت محدث اعظمؒ کا نام چھپا یا شائع ہوا اس جلسہ گاہ میں لوگوں کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں رہتی تھی حضرت علامہ سید محمود

احمد رضوی اشرفی فرماتے ہیں کہ مسجد وزیر خاں میں مرکزی دار العلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ میں حضرت محدث اعظم ہندؒ کو ضرور مدعو کیا جاتا تھا اور حضرت کو اس جلسہ میں مدعو کرنے کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ حضرت محدث اعظم ہندؒ خطیبِ اعظم تھے محققِ اعظم اور پھر علومِ حال و قال دونوں سے آگاہ تھے علماء و صوفیا اور عوام حضرت کے عاشق تھے ہر فارغ التحصیل طالب علم کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ حضرت محدث اعظم ہندؒ کے دستِ مبارک سے دستارِ فضیلت سر پر رکھی جائے علومِ ظاہری کے ساتھ باطنی بصیرت بھی حاصل ہو دوسرے حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں کے نواسے تھے جو حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابو البرکات سیّد احمد صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد و ہادیٔ برحق تھے۔ اس طرح دنیوی اور روحانی دونوں برکتیں حاصل ہوتی تھیں علامہ سید محمود احمد رضوی اشرفی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ مسجد وزیر خان جو ایک عظیم مسجد ہے اس کے صحن میں ایک اسٹیج ہوتا تھا جس پر وقت کے اکابر علماء و صوفیاء و مشائخ تشریف فرما ہوتے تھے اور مجمع کی یہ حالت ہوتی کہ تل دھرنے کی گنجائش نہ ہوتی چنانچہ جب حضرت محدث کچھوچھویؒ کی تقریر کا وقت آتا (جو عام طور پر رات کے ۱۲ بجے کے بعد شروع ہوتی تھی) تو لوگوں کا اژدہام اس قدر ہوتا کہ تخت پر ایک منبر لا کر رکھ دیا جاتا اور حضرت اس پر بیٹھ کر وعظ و تقریر فرماتے لوگ چھتوں پر اطراف کی گلیوں میں کھڑے ہو کر حضرت کو سنتے تھے، حاضرین میں جوان بوڑھے خواندہ ناخواندہ سب ہی کثرت سے شریک ہوتے تھے۔

عقلی تبلیغ کا اثر :-

ایک مرتبہ حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بنگال کے تبلیغی دورہ پر تھے کہ مالوہ کے قریب ایک دیہات میں آپ کا

ایک دہریہ سے سخت مناظرہ ہوا دہریہ نے سوال کیا کہ اللہ خالق ہے یا مخلوق اور اس سلسلہ میں اس نے کوئی دلیل قرآن وحدیث سے سننے اور ماننے سے انکار کر دیا اس دہریہ سے تقریبًا ۲۵ عالم دین مقابلہ کر چکے تھے اور اس دیہات کے باسیوں کا کہنا تھا کہ اگر یہ شخص قائل ہو جائے اور اللہ کو خالق مان لے تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قائل کرنے اور قرآن وحدیث سے ہٹ کر سمجھانے کے لیے ایک بڑے سے کاغذ پر لکیر کھینچی. فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ لکیر بہت سے نقاط کا مجموعہ ہے یعنی برابر برابر نقطے لگاؤ اور سب کو جوڑ دو تو لکیر بن جاتی ہے اس نے کہا ہاں ! آپ نے اس لکیر کو تقسیم کرنا شروع کیا تمام نقطے بٹ گئے آخری میں صرف ایک نقطہ باقی رہ گیا آپ نے فرمایا کہ اس کو بھی تقسیم کرو جب اس نے کہا کہ یہ نقطہ ناقابلِ تقسیم ہے اس میں اضافہ ہو سکتا ہے اسکی تقسیم نہیں ہو سکتی تو اس پر آپ نے فرمایا کہ بالکل اسی طرح جیسے نقطہ اضافے کا باعث ہے یعنی یہ کہ بالفاظ دیگر، تمام نقاط کا خالق ہے مگر یہ مخلوق نہیں کیونکہ اگر یہ نقطہ ہی نہ ہو تو اضافہ کیسے ہو گا لائن کیسے بنے گی. لہٰذا یہی دلیل ہے کہ اللہ خالق ہے ایک ہے واحد ہے اسکے نور سے سب پیدا ہوئے لیکن وہ کسی سے پیدا یا کسی کے نور سے پیدا نہیں میں یہ بحث مختصر بیان کر رہا ہوں کیونکہ ریاضی دان اسکو خوب سمجھ سکتے ہیں عام لوگوں کی سمجھ کی بات نہیں چنانچہ وہ دہریہ قائل ہو گیا اور مع تمام دیہات کے باشندوں کے جنکی تعداد ۵۰۰ خاندان پر مشتمل تھی، مسلمان ہو گیا۔

حضرت محدث کچھوچھویؒ کے فہم و ادراک کی یہ حالت تھی کہ قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر بیان فرماتے تھے تو جتنی مرتبہ اس کی تفسیر بیان فرماتے اتنی ہی مرتبہ نئی تفسیر ہوتی تھی سمجھانے کا انداز ایسا سہل ہوتا تھا کہ دیہاتی بھی باآسانی سمجھ جاتا تھا۔

اندازِ بیان کے چند نمونے

(۱) ایک مرتبہ کراچی میں تقریر فرما رہے تھے فرمانے لگے " مسلمانو! ایک راستہ پر چلو سیدھے راستے پر چلو چنانچہ مثال اس طرح دی کہ ایک گدھا گاڑی جا رہی ہے، اسکے پیچھے گھوڑا گاڑی آتی ہے اور اس کو ڈانٹ کر یہ کہتی ہے کہ تجھے مجھ سے آگے چلنے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ میں تجھ سے زیادہ افضل اور تیز رفتار ہوں۔ پھر گھوڑا گاڑی کے پیچھے ایک موٹر آتی ہے وہ ہورن دے کر ڈانٹتی ہے کہ تجھے مجھ سے آگے چلنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ میں تجھ سے افضل ہوں تیز رفتار ہوں اور آگے نکل جاتی ہے۔ لیکن یہ سب ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں سے ریل گاڑی کے گزرنے کی جگہ ہے تو ایک ۶۰ روپیہ ماہوار کا ملازم دروازہ بند کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب اس گاڑی کے گزرنے کا وقت ہے جو سب سے افضل ہے، سب سے تیز رفتار ہے اتنے میں ریل آتی ہے وہ اپنے دبدبے اور بھاری بھر کم آواز سے تمام سواریوں کو آگاہ کرتی ہے کہ دیکھو میں ایک راستہ پر چلتی ہوں سیدھی چلتی ہوں یہ نہیں کہ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر بلکہ صراطِ مستقیم پر چلنے والی ہوں اسی لیے تم سب کو جو ٹیڑھے راستوں پر چلنے والے ہو۔ سب کی دوڑ۔ سب کی رفتار اور سب کا حق میرے سامنے میرے چلنے کے سامنے روک دیا گیا۔ یہی وجہ تھی میرا آقا ؐ، میرا رسول ؐ جو ایک راستہ پر چلنے والا تھا۔ سیدھی راہ دکھانے والا تھا۔ جب معراج میں گیا تو ہر شے کو ساکت کر دیا گیا۔ چاند، سورج، ہوا ہر چیز کی رفتار ختم کر دی گئی کہ ایک راستہ پر چلنے والا، صراط المستقیم پر چلنے کا سبق دینے والا رسول ؐ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف آ رہا ہے۔ یہ مثال دے کر فرمایا کہ مسلمانو! جب تک مسلمان سیدھے راستہ پر قائم تھا صراطِ مستقیم پر چلتا تھا تو اسکے سامنے صحرا، سمندر اور پہاڑ سب ہیچ تھے، دنیا کی تمام طاقتور قومیں لرزہ براندام تھیں مسلمان، آدھی صدی ہجری میں آدھی دنیا پر

حکمران بن گئے اور جب سے سیدھا راستہ چھوڑا جب سے صراطِ مستقیم کو ترک کیا اسوقت سے ٹھوکر کرا اور ذلیل و خوار ہو کر سب سے پیچھے ہو گئے۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت اچھے اور بُرے اعمال کے نتیجہ میں ملنے والی جزا و سزا کے متعلق بیان فرما رہے تھے، فرمانے لگے کہ ایک گاؤں میں دو بوڑھے دوست رہتے تھے، دونوں کے لڑکے تھے، انہوں نے اپنے اپنے بیٹے کو دیہاتی مسجد میں حافظِ قرآن کرایا اور دیہاتی عالمِ دین سے علمِ دین پڑھوایا ایک نے اپنے بیٹے کو علمِ دین کے ساتھ اچھے وصالح اعمال کی تلقین و تربیت سے بھی نوازا جبکہ دوسرے نے صرف تعلیم دلانے پر ہی اکتفا کیا جب دونوں کے لڑکے تعلیم سے فارغ ہوئے تو دونوں نے اپنے والدین سے شہر جا کر روزی کمانے کی اجازت چاہی دونوں بڈھوں نے بہ خوشی و رضا اجازت دے دی لیکن جس نے اپنے بیٹے کو تعلیم کے ساتھ نیک عمل کی بھی تربیت دی تھی اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ "بیٹا! اعمالِ صالح اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہے۔ صرف علم ہی سب کچھ نہیں۔" دوسرے نے اپنے بیٹے سے کہا کہ "بیٹا زندگی بڑی شے ہے زندگی کی حفاظت کرنا جب دونوں لڑکے، عالم حافظ شہر کے ریلوے اسٹیشن سے باہر آئے تو دونوں کو سخت بھوک لگی پیسہ پاس نہیں جو کچھ گھر سے کھانے پینے کو سامان ساتھ وہ لائے تھے وہ راستے میں ختم ہو گیا اور جو پیسے تھے وہ ریل کے کرائے میں خرچ ہو گئے۔ اب دونوں بحث میں مبتلا ہو گئے تربیت یافتہ صالح اعمال والے حافظ عالم نے کہا کہ اللہ نے ہم کو علم کے زیور سے نوازا ہے ہم اِس ہُنر سے فائدہ اٹھائیں گے جبکہ دوسرے حافظ عالم غیر تربیت یافتہ نے کہا زندگی بچانے کے لیے خنزیر بھی کھا سکتے ہو، جائز ہو جاتا ہے۔ تو کیوں نہ بھیک مانگی جائے! صالح حافظ عالم نے کہا کہ نہیں! نہیں! یہ گناہ ہے غرض وہ جو غیر صالح تھا صرف زندگی بچانے پر اڑا رہا۔ جبکہ دوسرا اعمال بچانے اور صالح اعمال کے ساتھ زندگی

بچانے پر مصر رہا آخر کار دونوں الگ الگ ہو گئے ایک نے پیٹ بھرنے زندگی بچانے کے لیے اللہ کے گھر (مسجد) میں چوری کی اور پکڑا گیا۔ چنانچہ حوالات پھر جیل بھیج دیا گیا اور دوسرے نے مسجد میں بعد نماز ادا کرنے کے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا" کہ میں مسافر ہوں۔ عالم ہوں۔ حافظ ہوں۔ اگر آپ مجھ سے اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں۔ تو میں اس طرح غریب الوطنی کو آسانی سے برداشت کرلوں گا لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور اسی مسجد میں درس قرآن کے لیے مقرر کرلیا۔ اور اس کو رہائش بھی اسی مسجد میں مل گئی اس طرح ایک اللہ کے گھر سے چوری کرنے پر سرکاری مہمان خانے چلا گیا دوسرا اللہ کا مہمان ہو گیا۔ دونوں ایک ہی دیہات کے اور دو دوستوں کے لڑکے تھے۔ بہر حال مہینہ پورا ہوا اور اللہ کے مہمان کو پہلی تنخواہ ملی تو اس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور باقی اپنے والد کو بھیج دیا۔ اسی طرح ہر مہینہ وہ ایسا کرتا رہا جبکہ دوسرا جیل میں مشقت اور تکلیف میں پیٹ بھرتا رہا کچھ عرصہ بعد دونوں بوڑھے ایک ساتھ بیٹھے تو دونوں نے اپنے اپنے لڑکوں کا ذکر کیا۔ ایک نے کہا کہ مجھے ہر ماہ ایک سرکاری ملازم آکر میرے بیٹے کی طرف سے بھیجی ہوئی رقم دے جاتا ہے اور میرا بیٹا بہت مزے میں ہے اور میں بھی خوب آرام سے اس سے فیض پا رہا ہوں۔ تو دوسرے نے کہا کہ میرا بیٹا تو جب سے گیا ہے کچھ پتہ ہی نہیں اور نہ اس نے کچھ بھیجا نہ معلوم کس حال میں ہے فرمانے لگے جب ایک مصیبت میں گرفتار ہو اور سخت سزا بھگت رہا ہوں وہ کیا کچھ بھیجے گا یا فیض پہنچائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح یہ غیر صالح اعمال والے علماء جو صرف پیٹ بھرنے کے چکر میں حلال حرام کرتے ہیں بدعت و شرک کے فتوے دیتے رہتے ہیں یہ جب دنیا سے جائیں گے فوراً جہنم کے داروغہ کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور ان کے پیچھے

والوں کو کوئی خبر نہیں ہوگی۔ کہ ان کا کیا حال ہے؟ جبکہ نیک اعمال صالح اعمال والے تربیت یافتہ علماء اس دنیا سے جائیں گے تو وہاں اللہ کے مہمان ہوں گے خود بھی اچھی حالت میں ہوں گے اور پیچھے آنے والوں کو بھی فیض پہنچائیں گے۔

حضرت کے وعظ کی یہ مثال تو میں نے اپنی زبان اور اپنے انداز بیان کی ہے جبکہ حضرت کا بیان تو بلاغت و فصاحت اور حلاوت سے بھرپور ہوتا تھا۔ اور آپ کا انداز بھی اتنا پیارا ہوتا کہ سب کی سمجھ میں آتا تھا۔

اور یہ دو نمونے حضرت کے خطاب کے جو عوام کے لیے کل حصّہ پیش کیے۔ لیکن جب کبھی حضرت آیات کلام اللہ کی تفسیر اور احادیث نبوی کی تشریح کی طرف متوجہ ہوئے تو ایسے ایسے نکات بیان فرماتے کہ بہت سارے علماء ان نکات کو نوٹ کر لیتے اور پھر ان کی روشنی میں اپنی تقاریر تیار کرتے۔ احادیث کی تشریح کی طرف متوجہ ہوتے تو اکثر شیخ الحدیث اپنے درس میں ان تشریحات کو شامل کرتے یہی وجہ تھی کہ حضرت محدث اعظم ہند کی ہر تقریر میں ہر خطاب میں علماء محدثین اور فقہاء کا جھمگٹا ہوتا تھا جب حضرت معرفت و حقیقت کی طرف متوجہ ہوتے تو سِرّ الٰہی کے سربستہ راز افشاں عیاں ہوتے اور صوفیاء پر کیفیت طاری ہو جاتی۔

حضرت کی بے پناہ صلاحیت و قابلیت اور بے بدل قیادت کی وجہ سے حضرت کو بالاتفاق آل انڈیا سنی کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا جبکہ ناظم اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی تھے اور نائب ناظم تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی تھے حضرت مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے صدر بھی تھے۔ چنانچہ حضرت نے سنیّت کی جو تبلیغ و خدمت کی

اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان میں سب سے اہم کام آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا انعقاد تھا جس میں قیام پاکستان اور تحریک پاکستان کی کھل کر حمایت کی گئی حضرت نے تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں جو کل ہند کے دورے فرمائے اور لوگوں کو پاکستان کے قیام کے لیے رغبت دلائی اس کے ثبوت کے لیے حضرت کے چند خطبات پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپ کے اپنے الفاظ میں پاکستان کے قیام کے لیے جد وجہد کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت کے خطبہ سے یہ بھی بخوبی اندازہ ہوگا کہ علماء اہل سنت نے کس بھرپور طریقہ پر پاکستان کے مطالبہ اور تحریک پاکستان کی تائید کی حضرت کا یہ خطبہ تاریخی خطبہ شمار کیا جاتا ہے جس میں پاکستان کی حکومت کا خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ کن خطوط پر حکومت کی جانی چاہیئے۔

خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

(منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۴۶ء)

الخُطبۃ الاَشرفیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله اله العلو الحمد رب العلمين الرحمن على عباده الرحيم على كافة المؤمنين خالق السموت والارض مالك يوم الدين اللهم نحن نؤمن بك واياك نعبد واياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم طريق اهل سنته و

الجماعة والحق اليقين الصراط الذين انعمت عليهم من النبيين والصديقين والشہداء والصالحين غير المغضوب عليهم من اليهود والمشركين ولا الضالين من النصارى واهل الضلال والمرتدين آمين! آمين! يا غياث المستغيثين ويا اكرم الاكرمين والصلوة والسلام الاتمان الاكملان على من ارسل الى كافة الخلق بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجًا منيرًا اتانا بالشرع المبين والقرآن الحكيم المتين والبينات الهدىٰ فاظهر الغيوب ونور الافئدة والقلوب تنويرًا الا انه صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وسلم حبل الله وعروة الوثقىٰ ونعمة الكبرىٰ جعله الله تعالىٰ للخلائق اجمعين ظهيرا من اعتصم به قد نجىٰ ومن خالف فقد غوىٰ فلم يجد احد اولياءه نصيرًا وعلى آله واصحابه واتباعه واولياء وعلماء امته وشهداء محبته صلاة وسلامًا ابديًّا ودهريًّا كثيرًا كثيرًا امّا بعدُ..................

مشائخ کرام! علمائے اسلام، اعیان اسلام و برادران اہل سنت و جماعت! میں آپ کا ایک لمحہ بھی دوران کار بحث ضائع نہیں کروں گا کہ مجلس استقبالیہ کی صدارت کی خدمت کے لیے میرا انتخاب قابل شکوہ ہے یا لائق شکر ہے اس کو اراکین مجلس ہی جانیں میں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ یہ مقدس اجتماع میرے لیے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالج مل گئے ہوں ایک فریادی کو ہزاروں اصحاب عدل و داد میسر آگئے

ہیں مجھے یاد ہے ۲۰ ر تا ۲۳ ر شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ ر تا ۱۹ ر مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں مراد آباد کا جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا اور ملک وملت کے حقیقی رہنماؤں کا جھمگٹا تھا اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قدس سرہٗ کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نور وہدایت رکھتا ہے جو اس وقت میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالم ربانی عارف باللہ کے نور فراست کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا جس کو یاد کر کے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش دشمنانِ نظام اسلام کو ہم اسی دن پہچان گئے ہوتے۔ تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے اور درندگاں زمانے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے (آیئے ! ہم اور آپ سورہ فاتحہ اخلاص کا تحفہ روح حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں اور ان تمام اعیانِ اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کر چکے ہیں۔

حضرات! وقت اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہار مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیے خطابت کے جوہر دکھائے جائیں اب تو یہی ہمارے لیل ونہار کی گردش اور یہی رات و دن کا چکر اور روزانہ نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب اور نت نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب، مسلمانوں کی بے نظمی اور سنیوں کی بے کسی اور اعدار کی تیاریاں، دشمنوں کی چالاکیاں تعدادی غرور والوں کی نبرد آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی

غداریاں اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں، جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں۔ بھی ہمارے اظہار مدعا کی تمہید ہیں اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اس لیے گوارا کی جائے کہ الفاظ کی الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام اور اے ہمارے علمائے اعلام، نائبانِ خیرالانام! ہم نے آپ کو زحمت دی اور آپ نے آج کل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر ہمیں نوازا۔ آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی آپ کے دیدار نے ہمیں زندگی کی آس بخشی آپ کی کرم نوازی پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیے کہ اس نے ہم دردمندوں پر رحم فرمایا اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایہ کرم ہمارے سروں پر لا کر چھا دیا اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ اب ہم اپنے آپ کو، اپنی جان کو، اپنی اولاد کو اپنے مال کو، اپنی عزت کو، آپ کے سپرد کر کے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبود برحق کے پجاریوں وہ معبود جس کو ہر سانس میں آپ نے یاد رکھا ہے اور جس سے ایک آن کی غفلت بھی آپ نے گوارا نہیں کی آپ کے رسول پاکؐ کے نام لیواؤں وہ رسول پاکؐ جس کے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں اور جس کے شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں اور جس کے دبدبے اور شوکت کے سکے دلوں میں آپ نے جمائے اس کے کلمے پڑھنے والے بچوں کو اعداء نے شکار بنا لیا ہے۔ رسول پاک کی بھولی بھالی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں دولت پر ڈاکے، اقتدار پر بمباری، ایمان و اعتقاد پر دھاوا عزت پر حملے ان کی تنظیم میں انتشار و تفریق کی سازشیں ایک مسلم قوم پر ساری دنیا ظلم و تعدی کے لیے اتر آئی ہے اور ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں اور ان

دامنوں میں پناہ لیں جن کو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لیے پناہ گاہ بنایا ہے ہمارے دعوت نامے بالکل صحیح طور پر آہ مظلوماں کی شرح تھے ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا کہ دعوت دی گئی اور اس شرط کے ساتھ کہ ہم آپ کو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے قیام گاہ درختوں کے سائے کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے جس دن محکمہ راشن نے ہم کو راشن دینے سے انکار کر دیا اور ہم کو اعلان کرنا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے آپ اپنا کھانا ساتھ لے کر آئیں تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا جہاں ہم مجرم کی طرح شرمندہ سر نیچے کیے کھڑے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں بنارس کا ایک ایک سنی ایسا ہو گیا گویا کہ جسم میں جان نہیں ہماری استقبالیہ کمیٹی کی ہائی کمان کا ہر فرد اپنا کھانا بھول گیا اور ہم اپنی زندگی پر خود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک اٹھی اور بے اختیار آہ کی طرح سر اٹھا۔ زبان پر اللہ اور یا رسول اللہ آ گیا آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں تکنے لگیں عالم تصور کعبہ لے گیا طیبہ لے گیا۔ بغداد پہنچے اجمیر گئے سامنے آزمائش وابتلاء کی زمین آ گئی اور کربلا کا خطہ زمین آنکھوں میں سما گیا اور جیسے کسی نے کہہ دیا کہ یہ تو میدان کربلا' میں تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے طے ہو گیا کہ دانہ پانی بند کر کے دنیا نے اہل حق کو اعلانِ حق سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی حسینؓ کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب ودانہ شہیدوں نے ثباتِ قلب عطا فرمایا۔ اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرّہ ذرّہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس صابرین ہماری بے کسی و نااہلی پہ رحم فرمائیں گے اور ہماری آہ سے ضرور تڑپیں گے اور ہماری رہنمائی کے لئے ہمارے راہنما بلا شرط آ جائیں گے ہمارا یہ احساس جاں بخش ہوا یقیناً یہ غیبی آواز تھی چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں اور اے دنیا

بھر کے دیکھنے والوں! کہ آج ہمارے راہنما ہماری فریاد پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آگئے ہیں اور بلا شرط آگئے بیشمار آگئے ہمارے اجلاس بے نظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ ہے جسکو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہے گا۔

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جا بجا کہا گیا ہے کہ ہم نے فریاد کے لیے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بنارس ہندوستان کا مرکز ہے ہر طرف سے آنے والوں کے لیے برابر کا فاصلہ پڑتا ہے لیکن اب آپ بنارس آچکے اور مغرب سے آنے والوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دار السلطنت رہا ہے اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبر پور، شاہ گنج، ظفر آباد، جلال گنج، خالص پور وغیرہ راستہ میں پڑے ہوں گے مشرق سے آنے والوں نے بنارس سے پہلے مغلسرائے پایا ہوگا شمال سے آتے ہوئے تاجپور، یوسف پور، غازی پور، سید پور ملے ہوں گے جنوب سے آنے والوں کو الٰہ آباد، مرزا پور سے گزرنا پڑا ہوگا بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانانِ ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے مورثوں کی وراثت ہے بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے دہلی کی طرح یہ شہر شہر ہے جہاں اب تک شاہانِ مغلیہ کی نسل آباد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے صدر مرزا جہانگیر بخت لال قلعہ دہلی کے حقدار وارث اسی بنارس میں رہتے ہیں بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں گنج شہیداں نہ ہو شہر سے جس

طرف نکل جائیں کوئی نہ کوئی مسلمؒ الثبوت عارف باللہ آسودہ زمین ہے اور سارا حاشیہ اولیا نگر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اس کی گتھیوں کو سلجھاتا ہے۔ یہی آثار صنادید ہیں جو اس شہر کی دینی سیاسی اہمیت کی معتبر اور مفصل تاریخ ہیں اور اس روشن ماضی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اصطلاح و اعلان میں تقریبًا ایک لاکھ مدعیان اسلام پر مشتمل ہے جو عمومًا تجارتی و صنعتی دنیا کے ماہر ہیں اور جن میں اہل سنت و جماعت کی تعدادی برتری بعونہ تعالیٰ نوے فیصد ہے ایک ایک محلہ میں مشائخ عظام کی ۲-۲ - دو، دو، ۴-۴، چار چار، خانقاہیں ہیں سلاسل رابعہ، چشتیہ، قادریہ نقشبندیہ، سہروردیہ کا فیض عام ہر طرف جاری ہے اسی شہر میں خانقاہ اشرفیہ ہے۔ جو علماء و مشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے ناظم رسل و رسائل اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبداللہ صاحب کنٹریکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ کے بازوئے ہمت ـــــ۔ پر جس کی مکمل ذمہ داری ہے اس شہر میں عربی علوم کے لیے دو مشہور مدرسے ہیں ابتدائی دینی تعلیم کے ایک درجن سے زیادہ مکاتب ہیں مدرسہ حمیدیہ رضویہ، مدرسہ فاروقیہ اشاعت الحق اہل سنت والجماعت کے دو مستقل ادارے ہیں جن میں سے پہلا مدرسہ ہمارے محترم خازن اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب اور ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم جناب عبدالقیوم صاحب صدر مدرسہ کی حوصلہ مندیوں اور دوسرا مدرسہ ہماری سنی کانفرنس بنارس مدنپورہ وارڈ کے ناظم حاجی عبدالغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونۂ حسنہ ہیں

سرآمد شعرا علی حزیں اس شہر بنارس میں آگے پیچھے تو جانے کا نام نہ لیا۔ نہ جانے کس نے جانے کا نام لیا تو چیخ پڑے کہ "از بنارس نروم" پچھلے عہد میں بھی کتنے دن کی بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحبؒ بنارس آئے تو اپنے

وطن پنجاب کو واپس نہ گئے بنارس کو وطن بنا لیا۔ حضرت کی شہر میں بے شمار یادگاریں ہیں جن میں قابل تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج بابا محل کے اندر واقع ہے اسی خاندان تاج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم حافظ محمد اعظم صاحب ہیں غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر بدھ مت کی مفروضہ پرانی تاریخ ہے تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے اور یہ ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم و عرفان سیاست و اقتدار، ادب و تمدن میں قوم مسلم سے فیضیاب ہونے میں ہمیشہ امتیازی درجہ رکھتا ہے میرا وطن کچھوچھا شریف بنارس کا مستقل دار الشفاء ہے آسیب زدہ۔ مجانین۔ ماجری نہیں بلکہ سر میں درد ہوا۔ نزلہ تین روز سے زائد رہ گیا تو بنارسی کچھوچھا پہنچا اس کثرت آمد و رفت اور یہاں سلسلہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں میں اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہم وطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں۔ لیکن اس منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے۔ کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ داری کی گئی تو میدانِ حشر میں دعوے دار ہوں گا میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلایا ہے کہ میرے قدم قدم پر میرے لفظ لفظ پر اور پر سکون و حرکت پر ان کا کنٹرول رہے گا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے، اولیاء کاملین نے علمائے ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لیے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ! ہم نے آپ کو اس گرانی کے زمانے میں اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی ایک ساتھ ایک میدان میں رونق افروز ہونے

کی زحمت کیوں دی؟ حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی جگہوں پر رہنمائی فرماتے رہے ہیں اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا مداوا حاصل کر سکتے تھے آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا نہ کبھی آپ تک پہنچنے میں کبھی ہمیں کوئی رکاوٹ ہوئی بایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بے ساختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیئے اور اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست نہ رکھ سکے حجاز مقدس جو ہم سنیوں کی ایمانیات کا گہوارہ ہے اور جس کے ذرہ ذرہ سے سنیوں کی دینی روایات وابستہ ہیں اس پر نجدی فتن وزلازل کو مسلط کر دیا گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک ان فتنوں کی آماجگاہ ہے۔

فلسطین کے سنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لیے مسلط کی جا رہی ہے ہمارے جاوا سماٹرا انڈونیشیا کے سنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے۔ اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ سنی مسلمان ہیں وہ اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہمارے ملک میں صرف اہل سنت والجماعت کو پامال کرنے کے لیے غیر مسلم اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے اہل باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لیئے پالا جا رہا ہے اور قیامت یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کے لیئے جن درندوں کو راشن دیا جا رہا ہے ان کا نام بھی سنی رکھ دیا گیا ہے ابن عبدالوہاب کا پرستار اپنے کو سنی کہتا ہے یزید ابن سعد کا پجاری اپنے کو سنی کہتا ہے۔ سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سنی بورڈ” رکھا جاتا ہے۔

سنیوں کو اپنے وطن میں نہ رہنے دیں۔ سنیوں کو وطن سے نکالیں سنیوں کو اپنے ایمانیات پر حملہ کریں سنیوں کے عقائد پر ڈاکہ ڈالیں سنیوں کی سیاست میں روڑے اٹکائیں اور پھر بھی سنی کے سنی بنے رہیں یہ وہ مصیبت عظمیٰ قیامت کبریٰ ہے جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے آج کا وہابی کل کا سنی تھا آج کا قادیانی کل کا سنی

تھا آج کا خارجی کل کا سنی تھا اس طرح سنیوں کے گھر میں آگ لگا دی گئی ہے اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے اور انہی پالتو اور شکار کئے ہوئے افراد کے بل بوتے پر آگ مار کہ لیڈر سنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں سول وار (خانہ جنگی) کی دھمکی دیتے ہیں کس قدر ہوشربا واقعہ ہے کہ ہندوستان سنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے ہزار سال اس ملک پر حکومت کی اور تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب ان کا وجود نہ راعی کی نظر میں ہے اور نہ رعایا کی نگاہ میں، ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے اور برطانوی پالیسی کی پیداوار تین کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جا رہی ہیں امیر شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے۔ ہمارا مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضور پرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہمارا یہی مکمل پتہ بتایا تھا کہ مَا اَنَ عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی یعنی اہل سنت والجماعت ۔ اس کا مجرمانہ استعمال اپنے لئے وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کر دینے کا حلف اٹھا چکا ہے سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے اور اس میں ایسے دل و دماغ تیار کئے جاتے ہیں جو سنیوں کو ستائیں جمہوریت اسلامیہ سے ٹکرلیں اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں ہمارے سلاطین و امراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمن کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا، ہمارے محرابوں کا ہماری خانقاہوں میں رسائی، خانقاہ شکنوں کی ایک بات ہو تو عرض کی جائے۔

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

غضب یہ ہے کہ یہ سارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے آپ کی آنکھوں کے سامنے

سینوں پر گھیرا ڈالا جا رہا ہے اور آپ کی موجودگی میں آپ کی رسول کی امت دن دہاڑے لوٹی جا رہی ہے سینیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر ان کے سبوح و قدوس خدا جس کے سرادقات جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں اس کو بلا تکلف جھوٹا کہا جا رہا ہے سینیوں کو ایذا دینے کیلئے فضیلت علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جا رہا ہے رسول پاک کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے آج ختم نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سینیوں کو ملت فروش بتائیں نام لیں مدح اہلبیت کا اور بُرائیں اصحاب پر دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہل بیت کا یہ تو دین پر بمباری ہے دنیا میں سنی بازار سے نکالا جا رہا ہے اس کو مقروض بنا کر دبایا جا رہا ہے اس کی وراثتِ حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے آخر یہ سب کیوں ہے ؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ؟ یہ تو صراحتاً غلط ہے بعونہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء و مشائخ ملک کے اس آسمان و زمین کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ ان کے شمار کی حد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی تو پھر کیا وہ ہماری سنتے نہیں یا پھر ہمارے حال کو دیکھتے نہیں ؟ یہ بھی غلط ہے وہ نہ سنیں تو پھر سننے والا کون ہے ؟ وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کون ہے ؟ تو کیا وہ غافل ہیں ؟ یہ بھی غلط ہے جس کی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے وہ بیداری میں کیسے غافل رہے گا۔ تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں ؟ یہ بھی غلط ہے ہمارے لیے گاؤں گاؤں پھرنا۔ وادی وادی۔ چوٹی چوٹی۔ شہر بہ شہر قریہ قریہ پھرتے رہنا۔ ہمارے ایمان کو سنوارنا ہمارے عمل کو سجانا ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا ہماری تاریخ کو دہرانے کی سعی کرنا اور ایسے دور میں جب پیری مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو دین اور علمِ دین کا نام لینا قہقہا کی نذر ہو مشائخ کو قوم پر بارگراں کہا جا رہا ہو علمائے دین

پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو پھر بھی دین کا ذمہ دار سنیوں کا سردار طبقہ بر طعن؛ بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو اس کا منصب ہے ان کے آقا کی سلطنت مصطفویہ نے ان کو جس کرسی پر بٹھا دیا بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں۔ ان پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی ان کو پرانی لکیر کا فقیر کہہ کر ہنسا گیا اور وہ کون سی اذیت ہے جو ان کو نہ پہنچی مگر مرحبا اور ہزار مرحبا بیشمار مرحبا ان کے عزم و ثبات کو ہمت و استقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا اور اپنے پاک مقصد سے بھی نہ ہٹا اور اپنے مقدس فتویٰ کا ایک حرف بھی نہ کاٹا اور اپنے علم و عمل کی یگانگت میں فرق نہ آنے دیا یہ اسی گروہ پاک کے عزم پاک کا نتیجہ ہے کہ ان کے پیغام کی آواز کی بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے کوچہ و بازار سے در و دیوار سے آرہی ہے اور ہندوستان کا کون سا سنی ہے جو نعرۂ پاکستان سے بے خبر ہے دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیئے کہ اس پیغام کے لیے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے صدر الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات گرامی ہے اور ان سے سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکل گئی بات دور چلی گئی میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پرواہ نہیں ہیں پھر کیا بے رحم ہیں ؟ توبہ توبہ ! یہ کہنا کتنا سفید جھوٹ بولنا ہے۔ ان کی راتیں ہمارے لیے آہ میں کٹیں ان کے دن ہمارے غم میں بسر ہوئے ان کے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں ہماری یاد نہ ہو ان کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ ہماری تڑپ اس میں نہ ہو پھر یہ اندھیر نگری کیوں ؟ یہ ظالموں کی غارتگری اور سنیوں کی بے کسی کیوں ؟ میرے خیال میں اس کا صرف اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن ہمارے پاس کوئی تنظیم نہیں ہم میں کوئی رابطہ نہیں۔ ہمارا ایک رہنما دوسرے سے الگ

ہمارا سردار طبقہ ایک دوسرے کی حد سے الگ ہے بے خبر۔ ہمیں معلوم نہیں! ہم کیا ہیں؟ کہاں رہیں؟ کتنے ہیں؟ سندھ اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمان کی آبادی ہے ہند کا دوسرا علاقہ اہل سندھ کی نگاہ میں کرۂ ارض کا دوسرا سرا ہے کتنے پنجابی ہیں کہ لکھنؤ دیکھا نہیں۔ بنارس سنا نہیں کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں! منٹگمری کو سنا نہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے حواشی سولہ سو علمائے اہل سنت مدرسین، مبلغین، مصنفین و ارباب فتاویٰ ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس٢٠ ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے تو ہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سن کر حیران ہوئے اگر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے اس قدر لشکری متحد ہو جائیں اور اتنے کثیر قائدین کی جماعت مجتمع ہو جائے تو پھر کھلے بند غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم، کیا مجال کہ ہم سے کوئی ٹکر لے سکے اور کیا طاقت جو ہمارے سامنے آسکے۔ کشتی لڑنا در کنار ہاتھ ملانے کی جرأت نہیں کر سکتا ساری سازش تارِ عنکبوت ہو جائے اور ساری چیخ و پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ وقیع نہ رہے۔ ہم کو جب یہ محسوس ہوا تو ملک و ملت کی حالت لمحہ میں ہمارے لیے کوئی چارہ کار اس کے سوا نظر نہیں آیا کہ ہم آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھائیں اور خود وفاداری کا عہد کریں۔ آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں آپ معالجین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماری کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق ہیں اور ہماری قابل رحم حالت جس نے جرأت دلائی اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا۔ نہ ہم میزبان؛ نہ آپ مہمان۔ بلکہ ہم جاں بلب ہیں اور آپ مسیحا دم ہیں آپ ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بے بسی سے چیں بجبیں نہ ہوں ہم آپ کی خاطر کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس کھلانے کو روٹی

ہ ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں ہمارے پاس تو پھونس کا چھپر بھی نہیں اگر آپ پسند کریں تو آپ کو ٹھہرانے کے لیے ہمارے خانۂ دل کی ویرانیاں ہیں اور آپ کی خاطر کے لیے جان حاضر ہے جگر حاضر ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ: سر حاضر ہے۔

مشائخ عظام وعلمائے کرام: ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو۔ ہماری پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ، رعایا مبلغ، علماء مبلغ، عوام مبلغ، مرید مبلغ، سوداگر مبلغ، مزدور مبلغ کوئی ہے جو رسول پاک کے دست مبارک پر اسلام قبول کرکے مبلغ نہ بنا ہو، کوئی ہے یا کوئی مثال ہے کہ صحابہ کرام سے دولت ایمان پلنے کے بعد مبلغ نہ بنا ہو۔

تبلیغ تو اسلام کا اصل سرمایہ ہے، تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے، یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا ہے؟ نصرانیت کا منتر لُہ مَہ والا کان کے سوا میدان میں کہنے کے قابل کب تھا؟ مشرکین کے اوہام وتخیلات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی سب کے سب اپنے مذہب کے نام کو اپنی پرائیویٹ جائیداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا صداقت کی روشنی کو پھیلایا۔ ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کی رشد وارشاد کا دروازہ کھولا۔ جن وانس کو اپنے دائرہ میں لے لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو مامور فرمایا کہ: بلغ مَآ اُنزِلَ اِلَیکَ

رسول پاک نے اپنے وفاداروں کو حکم فرمایا بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ بِکَلِمَۃٍ

میرا جد اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا اور گھر چھوڑ کر بغداد چلا گیا۔ میرے ہندوستان کا بادشاہ سنجر میں پیدا ہوا، ہندوستان چلا آیا۔ اجمیر میں قیام فرما ہوا، میرا سلطان سمنان میں پیدا ہوا بادشاہ مطلق العنان بنا اور سلطانی ترک کرکے ہندوستان کچھوچھا شریف چلا آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر، میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کی

کا حلف اٹھا کر، میں اپنے سلطان سمنان کے سرکار میں عقیدت کا نذرانہ پیش کر کے کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لیے تھا تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ! کہ یہ ابر اہم بے نظمی کی نذر ہو گیا۔ عیسائی مشنری ایک نظام کے تحت ہے۔ براہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگھٹن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الٹی گنگا ایسی بہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اس کی شاخ ہو، ہر ضلع میں اسکا علاقائی دفتر ہو، ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو۔ ہر ہر قریہ میں ایک ہی طریقۂ کار ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامان مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کا اضافہ کس تیزی سے ہوتا ہے۔

حضرات! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی تلاش میں ہیں جو انسانوں کو انسانیت بخشے۔ زمین کو گہوارہ امن بنادے جہاں روح بر سر عمل ہو اور نفس کا وجود عدم کے برابر ہو اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہی چیز جس کا نام پاک اسلام ہے اسی تبلیغ کی ایک ٹھوس اور اہم شاخ تعلیم دینی ہے۔ تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کی جاتی ہے۔ تعلیم ہی سے صحیح تدبر اور فراست کی اہلیت ابھرتی ہے اور تعلیم ہی سے قوم کو اس کے اصلی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس تعلیمی آوارگی کا نتیجہ ہے کہ قرآن وحدیث کا پیارا نام لے کر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو خود مسخ ہو گئے اور اسلام کو مسخ کرنے کا قصد کر لیا گزشتہ ایک صدی میں جتنے فتنے اور فرقوں نے برطانوی سایہ میں جنم لیا وہ سب دینی تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں۔ عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے ملتی ہے ورنہ عقل ایسی ماری جاتی ہے کہ آپ اس جنونی طبقہ سے آگاہ ہیں جو پیغمبر کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں شامل کرتا ہے اس جنون کی کوئی حد ہے کہ شارع کی عظمت کو اس کی شرع سے گھٹانے کی کوشش کی جائے۔ سارے ملک کو تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ آوارہ تعلیم گاہوں کے طلبہ نے قبلہ کی طرف سے کس طرح منہ پھیر لیا اور اپنی توجہات کعبہ کو راشٹر باپو کی طرف پھیر لیا مدرسین نے مکہ چھوڑا: اور وہاں! کان لگا کر سننے والے سن لیں! کہ صدر المدرسین

نے مدینہ چھوڑا۔ اور بالکل چھوڑا۔ دشمنانِ حرمین سے رشتہ جوڑا اب قرآن شریف اس لیے پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رہے۔ حدیث شریف میں ان کو یہی نظر آتا ہے کہ غیروں کے ہاتھ بکنا ہی اسلام ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ایسی غیر ذمہ دارانہ تعلیم سے جہالت ہزار درجہ بہتر ہے کیسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور پاکستان میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے اسلامی تلوار کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو۔ کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اب اس قومی و دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے کہ ایسی درسگاہ کو مدد دے کر اس کو زندہ رکھا جائے ہرگز نہیں!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے ہر ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں اور ماشاءاللہ خوب کام کر رہے ہیں صدہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشاد خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں درس، افتاء، وعظ، مناظرہ، تبلیغ دین کی مساعی میں مصروف ہیں۔ یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس وقت یہ دینی [illegible] کی ترقی [illegible] دین کے جاننے والے میسر نہ آتے اور اسلامی اعمال سے یہ دنیا ناواقف ہو جاتی۔ مگر باوجود ان کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی اداروں میں [illegible] کوئی نظم و ارتباط نہیں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں معیار تعلیم ایک نہیں ضابطہ ایک نہیں نصاب میں یکسانیت نہیں۔ طریقہ تعلیم میں توافق نہیں ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں۔ مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں [illegible] ہو ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو۔ ہر جگہ ایک نصاب ہو ایک ہی پیمانہ سے موازنہ [illegible] ہر [illegible] طالب علم دے ضلع کا مدرسہ تحصیلوں [illegible] تعلیم [illegible] کا دائرہ پھیلا دیا جائے کہ آئندہ دینی نسل کا کوئی بچہ [illegible] کے بغیر نہ رہے کیونکہ

ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی، صبح و شام، ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہونا ہے۔ برکتِ تعلیم سے ہر آن، ہر اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ شان جس کو ہم پاکستان کہیں گے۔

دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے، اگر مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہے، بڈھوں اور بالغوں کے لیے شبینہ مکتب کھولے جائیں، آسان زبان میں دینی تعلیم تصنیف ہوں، اور ہر تصنیف پر جمہوریہ اسلامیہ کی نگرانی ہو، اور سنی وہی کتاب پڑھے جس پر جمہوریہ اسلامیہ کی تصدیق ہو، علومِ جدیدہ کو عربی، اردو زبان کے ساتھ لایا جائے، علماء اس سے واقف کیے جائیں۔ سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ، ریاضی وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سنی لائبریری ہو، سنی مدرسہ، سنی کالج، سنی یونیورسٹی دین و دنیا کی تعلیم کی حامل بن جائے اور اس سے ایسے دماغ پیدا کیے جائیں۔ جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جدا، اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں، جن کا جینا مرنا اللہ کے لیے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرہ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اس کا نام پاکستان ہو جاتا ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سنیوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم کی کمی کا نتیجہ ہیں۔ علم درست طور پر حاصل ہو جائے تو خود معلوم ہو جائے گا کہ دوسرے مذہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد، کچھ خیالات اوہام پر اکتفا کر کے اس کا نام دین رکھ دیا جائے، اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدانِ عمل میں لا کھڑا کرتا ہے، عقیدۂ توحید سے لے کر معاد کی تمام تفصیلات اس لیے منواتا ہے کہ جو کچھ مانا ہے اس کو کر کے دکھاؤ، اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے، دینداری کی سند حسنِ کردار پر ہے، صاحبِ تخت و تاج

ہو یا مسکین و محتاج سب کے لیے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے۔ یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود میں محدود نہیں کیا اور نہ مسجد ہی کو اس کے لیے خاص کیا بلکہ اسلام سونے جاگنے، چلنے پھرنے، جم کر بیٹھنے کو، کھانے پینے کو اہل و عیال کی نگرانی کو، بال بچوں کی پرورش کو، صنعت و حرفت، کاروبار تجارت کو، مزدوری کو، محنت کو، خلق خدا کی خدمت کو، بزم کو، رزم کو سب کو عبادت بتاتا ہے اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے اور کارزاروں میں بھی، ارکان صوم و صلوۃ حج و زکواۃ سے بھی ہوتی ہے، قلم کی رفتار، تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے، ڈنڈوں ڈھیلوں اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں خدا کو پوجتا ہے پھر اسلام نے قبائل کے خون کے ساتھ ساتھ انسانی برداری کا پیغام بھی دیا ہے اور معروضہ تفاوت مدارج کو میٹ کر "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" فرماکر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے ساری دنیا نے دیکھا کہ اُمیوں کو استاد زمانہ بناتے والا، غیر متمدن کو متمدن بنانے والا، بکری چرانے والوں کو، اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت و تاج کا مالک بنا دینے والا، بے امنی کے گہوارہ کو دارالامن کر دینے والا، اسلام اور صرف اسلام ہے۔ مگر آہ! جہالت و بے خبری کے نتائج، خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ بے عملی ملت پر چھا گئی ہے۔ مسجدیں ویران ہیں۔ ان کے امام بیشتر بے سند ہیں اسلامی کلچر پر تنفر یا تہذیت کی لعنت لائی جاتی ہے خانقاہوں کا صحیح استعمال ختم ہو رہا ہے ہر ایک نیا لائحہ عمل اپنے جی اور اپنے مطلب کے مطابق بنا رہا ہے قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان ناداروں کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیے قانون سازی پر مجبور ہیں اب مسلم نشستوں پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اس کے پاس

کوئی قانون نہیں تو وہ گویا کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والا قانون سازی کر کے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے ؟ ہرگز نہیں ! پھر منگرو ہیٹ ضلع بل کیا ہے ؟۔ یہ شاردا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے ؟۔ اور جہالت کا یہ مہلک اثر ہے کہ بے خبر ہیں اور باخبر سمجھتے ہیں علم دین میں ایک ان پڑھ سے بدتر ہیں اور علمائے دین کے منہ آتے ہیں۔ برطانوی قحط لست کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے ؟ کمزور انسان نے بنا نے کمزور قانون جو روز بنتا بگڑتا ہے پیشہ ورانہ الجھاؤ دماغ کو امنٹ اور قانون الٰہی تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دار التصنیف ہاتھ میں لے۔ نکاح و طلاق، وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے۔ غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے قضایا کے لیے "دار القضا" کو حکومت سے منوایا جائے اور قانون سازی کے چکر کو مٹا کر قانونِ اسلامی کی تنفیذ ہی مسلم نشستوں پر پہنچنے والے کا کام رہ جائے خانقاہوں کو نشر علم کا درجہ بنایا جائے۔ میلاد کی محفلوں کو بزم تبلیغ بنا دیا جائے۔ اعراس بزرگان میں سنی کانفرنس کی روح ڈالی جائے۔ مسلمانوں کی صورت کو مسلمان کیا جائے۔ مسلمانوں کی سیرت کو مسلمان کیا جائے۔ مسلمانوں کی روح کو بلند کیا جائے۔ اور مسلمانوں کی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے۔ اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جس کی ذمہ داری خود اس مسلمان پر ہے ہمارے کالج کے بچوں کو دیکھو تو منہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں بھرے بھرے بازوؤں، اونچے اونچے سینے والی قوم بیمار ہو جائے، کراہنے لگے، زنانہ روپ بھرنے لگے، تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات ! وقت آگیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹا یا جائے اور سارے نظام شریعت کو دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے۔ یہ کام بہت زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا اپنا پریس، اپنا پلیٹ فارم اور اپنا ہر کام ایسا ہے کہ غریب سنیوں کی برائے نام کمائی

بھی اس کے لیے کافی ہے سنیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں کہ جن کو درست کر کے برطانوی اصولوں پر نہیں بلکہ اسلامی اصولوں پر خرچ کیا جائے تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے۔ مسجد کے لیے وقف ہے اور سنّی وقف بورڈ پر دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کی آمد و خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔

حضرات! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے جسمانی صحت و تندرستی کے لیے تو بہت ضروری چیز ہے۔ یہ چیز کبھی صرف مسلمانوں کی تھی۔ غواصی، تیراکی، شہسواری اور لکڑ چلانا، داؤں سیکھنا (آجکل کے جوڈو کراٹے) ہمارا مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ہماری تندرستی ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو ضیغم نر اور صف شکن کہا جاتا تھا مگر آج تندرستی کھو دینے سے، بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی اور پھر لازمی طور پر بے کاری اور ناداری آگئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اکھاڑا ایک مستقل ادارہ ہے جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلایا جائے اور ایک نظام میں "بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ" کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمزور ہوگی۔ کمزوری وہ بلا ہے جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔

بے کاری قرضدار بناتی ہے معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے اور آخر میں روٹی کے لیے ضمیر فروشی، ملت فروشی، پیسوں کے لیے قوم سے غداری دین کا باعث ہو جاتا ہے جس کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محتاجی جرائم کی ماں ہے! اور میں کہتا ہوں کہ تندرستی نہ ہونا محتاجی کا باپ ہے۔ اور جب ماں باپ دونوں مجتمع ہو جاتے ہیں تو بے پناہ بلاؤں کی نسل جمع ہو جاتی ہے۔

اے صد ہزار احترام و عظمت کے پیکر بزرگو! کام بہت ہے۔ بیماریاں حد سے زیادہ ہیں۔ کمزوریاں بے انتہا ہیں اور آپ کو ہمارے لیے بہت دکھ اٹھانے ہیں آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ کریں۔ مبلغین پیدا کریں اور میدان تبلیغ میں بھیج دیں اور ایک سال کے اندر پورے ملک کے سنیوں کی مردم شماری کر لیں۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام مع ولدیت، پیشہ، مکمل پتہ، مالی حالت، قرضدار، مقدار قرض تعلیمی حالت، قرض کی ادائیگی کے امکانات، وہاں کی غیر مسلم، غیر سنی آبادی کتنی ہے؟ مسجدوں کے امام، زمینداری، طریق زمینداری تھانہ تحصیل، ضلع، حکومت کی مقامی پالیسی مدرسہ ہے یا نہیں! اس طرح اندراج کر کے دفتر میں رکھا جائے۔ اور دفتر میں اندراجات دیکھ کر وہاں کا سنی نگاہوں میں آجائے گا۔ اسی دوران تمام مدارس اہل سنت کی تعداد، نصاب تعلیم، ذرائع آمدنی، کیفیت مصارف بھی درج ہوں۔ تو بعونہ تعالیٰ و بعونہ حبیب ﷺ قوم خود بخود ابھرنے لگے گی اور نظام و اجتماع کی روح تیزی سے ملت میں دوڑے گی اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کر سکیں وہ مہینوں میں آپ کریں گے۔ یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے آپ حضرات نے تو مُردوں کو جلایا ہے۔ اپنے اولیاء کی کرامات حق پر ہونے پر آپ کا ایمان ہے۔ اپنے علماء کے منصب نیابتِ رسول ﷺ ہونے پر ہمارا اطمینان ہے جو تاخیر تھی وہ آپ کے یکجا ہونے کی تھی وہ بھی بفضل تعالیٰ میسر آئی۔ اب ہماری شفایابی یقینی ہے۔ ہماری کامیابی نظر آرہی ہے۔ اب ہم زندگی کی آس لگانے میں حق بجانب ہیں اب آپ کی پاک نگاہیں پاک تدبیریں، پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کر دیں گی۔

میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرّہ کا ورد بن گیا ہے۔ در و دیوار پر "پاکستان زندہ باد" تجاویز کی زبان میں "پاکستان ہمارا حق ہے" (نعروں کی گونج میں "پاکستان لیکر رہیں گے") مسجدوں میں، خانقاہوں میں بازاروں میں ویرانوں میں، لفظ پاکستان لہرا رہا ہے اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا ہے اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو۔ اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتادے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جس کی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہیں بتائے؛ اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے؛ ایک دوسرے سے متضاد بتائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کی جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دی جائے۔ ان کو، ان کے معاملات کو، ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ جانیں ان کا دھرم جانے ان کو "أَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ" سنا دیا جائے اور بجائے جنگ و جدال کے؛ امن و امان کا حکم سنا دیا جائے۔ ہر انسان اپنے پُرامن ہونے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا۔ ان سنیوں نے نہ دستور

اساسی پڑھا ہے۔ نہ تجاویز پڑھی ہیں نہ اخبارات کے ہفواتی ایڈیٹوریل دیکھے ہیں نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سنتے ہیں۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی اس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہے اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں لیگ ان کے لئے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے بلکہ لیگ محض ان کے جذبات کی ترجمان ہے۔ جس کو ہر وہ معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں خیر یہ تو لیگی زبان میں پاکستان کی بحث تھی۔ لیکن آل انڈیا سنّی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی آزاد خود مختار حکومت ہے۔ جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اس وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے لیکن اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ یا درجہ بہ درجہ یا حصہ بحصہ یا تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنتا جائے۔ تو اس کو بنایا جائے کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا یا کسی دوسرے حصہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے بلکہ عالم اسباب میں حکمت تدریج ہے۔ ہندوستان تک صحابہ نہ پہنچے تو وہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ یہاں کی کفریات و شرکیات پر راضی تھے بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ اَلْاُمُوْرُ مَرْهُوْنَةٌ بِاَوْقَاتِهَا صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکّہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے بلکہ عالم اسلامی کو صاف نظر آتے رگا کہ مکّہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدہ اور صلح نامے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داورِ حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائے گا جو کلمہ پڑھ کر؛ اپنے کو سنّی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑتا ہوگا۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سنا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا کر گیا ہے لیکن یہ پاکستان ایسا ہے جس کو سن کر بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہ ہوگا کیا عجب ہے کہ ۵۴ گز کے پاجامے پہننے والے کے لیے لنگوٹیہ پاکستان بنایا منظور ہو وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝

حضرات! سطورِ بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا۔ اور اس طرح آیا ہے کہ وہ سنی کانفرنس کے بالکل جداگانہ ایک نظام ہے۔ یہی حقیقت بھی ہے۔ مسلم لیگ کا پروگرام عارضی جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے اور آل انڈیا سنّی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے۔ پاکستان کی تعمیر اور مسلم لیگ کو سنّی مسجدوں سنّی اماموں سنّی خانقاہوں؛ سنّی مدرسوں؛ عرسوں؛ میلادوں مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور نہ وہ صرف سنیوں کے نام پر کام کرتی ہے۔ پاکستان کا حق ملا تو مسلم لیگ کو نہیں بلکہ برطانوی مسلمانوں کو ملے گا اور ان میں غالب اکثریت محمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کی ہے تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملے گا۔ سنی کیسا پاکستان بنائیں گے اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہدِ صدیق کو دیکھ لیا جائے دورِ فاروقی کی سیر کر لی جائے۔ عثمانی عہد کو نظر میں لایا جائے۔ خلافت علویہ کا دیدار کر لیا جائے اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے۔ سنیوں کو زندہ رہنے کا؛ اپنے دین کی حفاظت کرنے کا؛ اپنے مستقبل سنوارنے کا؛ اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا؛ اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا؛ اپنی خانقاہوں کو سجانے کا؛ اپنے

اداروں کو درست کرنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس ہے یہ ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے اور اب منافع کے سوا خطروں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور وہ کونسلی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے اور مانا! کہ یہ دیکھ کر ہندو اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے۔ اور وہ بلا شریک غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور مانا! کہ اس کا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جس کو مسلمان کہہ دے اس کو یکجا کرکے کثرت کے رام راج والے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہوتے دیا جائے اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے اور یہ بھی بالفرض مانا! کہ مسلم لیگ کے سوا عہد حاضر کی چالبازیوں اور دھاندیوں کا کوئی جواب نہیں۔ لیکن پھر بھی سنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر ضرورت ہے جس قدر پہلے تھی ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی امید رکھنی چاہیئے۔ کہ اس کا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تائید اسی کو بے دریغ حاصل ہوگی۔ اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سنی کانفرنس کی رہنمائی اس کو قبول کرنا ضروری ہوگا۔

اگر ہماری حق گوئی اگر کسی کے نزدیک جرم ہے اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری لیگ دشمنی ہے تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا۔ اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہمارا لیگی ہو جانا ہے تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابل مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طبقہ نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی؛ عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی

علمائے حق ! وہ نہ کسی سے زور کسی مغرور کے دبائے سے دبتے ہیں، اور نہ کسی وہمی شکی سے الجھتے ہیں۔ نہ کسی بدزبان لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں ؛ وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں ؛ حق گو ہیں ! حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں ۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکمائے اسلام ! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں ۔ اور بیماریوں نے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے ہیں اور بیماری کا بہت کچھ بیان رہ گیا ۔ آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں ۔ آپ کی حذاقت نے ہم کو بھانپ لیا ہے جو ہم نے کہا وہ بھی ؛ اور جو نہیں کہا وہ بھی ! آپ کی فراست کے سامنے ہے للہ ہمارا علاج کیجیے ؛ اپنے رسول پاک کا صدقہ ؛ ہماری امداد کیجیے ! غوث کے نام کی بھیک دیجیے ! خواجہ کے طفیل خبر لیجیے ! نقشبندی کی سرکار کا صدقہ دیجیے ۔

ہائے ! ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ سے رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ فروگزاشتوں کو معاف کیجیے ! یہ وہ کہے ! جو کچھ تو خدمت کرے ۔ ہم نے تو آپ کو اس شرط پر زحمت دی کہ اپنا راشن اپنے ساتھ لائیں ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے ایک مرتبہ سنی کانفرنس میدان کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہر فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے ۔ کہ ہمیشہ آب آب رہے ہم شرم کے مارے اپنے سر کو جھکائے ہوئے آپ کی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں ۔ اور ہماری یہی خاموشی آپ کے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی یہ ہزار ادب درخواست ہے ۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت رئیس المحدثین، رئیس المتکلمین حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کا ایک اور خطبۂ صدارت سنی کانفرنس منعقدہ درگاہ حضرت خواجہ اجمیری بتاریخ ۵-۶ رجب ۱۳۶۵ھ اور پیش کیا جا رہا ہے اس کے بعد حضرت کی مخصوص تقریر کے اقتباسات بھی پیش کیے جائیں گے جس سے حضرت کے انداز خطابت اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں کوششوں کا مزید اندازہ ہو گا۔

خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ درگاہِ معلیٰ حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہٗ

۵، ۶ رجب ۱۳۶۵ھ

از طرف حضرت رأس المحدثین، رئیس المتکلمین، الحاج الشاہ سید محمد صاحب، محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

صدر آل انڈیا سنی کانفرنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحمَدُہٗ وَنُصَلّی علیٰ رَسُولِہِ الکَرِیم

الحمد للہ الذي منّ علینا اذ بعث فینا رسولا
وجمعنا علیٰ کلمۃ واحدۃ وکعبۃ واحدۃ وقرآن
واحد ودین واحد وجعلنا سعیًا مشکورًا وعملاً
مقبولاً والصلوٰۃ والسلام علیٰ من ھو حبل اللہ المتین والعروۃ
الوثقیٰ بالیقین وھو الذی الّف بین قلوبنا اذ کنا اعداءً
فاصبحنا بنعمتہٖ اخوانًا وباللہ مؤمنین وعلیٰ آلہٖ و
اصحابہٖ وازواجہ الطیّبین الطاھرین وعن الائمۃ المجتھدین
وعلماءِ امتہ واولیاءِ ملتہٖ وشھداءِ محبتہ وجمیع ا
المتمسکین بسُنّتہٖ والمعتصمین وعلینا معھم وبھم ولَھم
اَمّا بَعد ۔

مشائخ عظام، علمائے کرام، وبرادران اسلام! اللہ! اللہ کیسی مبارک گھڑی ہے اور کیسا مقدس مقام اور کس قدر بلند مقصد، آج اور اس وقت میسّر ہے کہ اگر اس ساعتِ حیات کی برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کردی جائیں انشاءاللہ تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ یہ شاہجہانی مسجد ہے جس کی بنیاد سے لے کر چوٹی تک جدھر نظر کیجئے تو اس عقیدت مندی کی صاف شفاف وسفید جھلک موجود ہے جو ہمارے تخت وتاج والے حکمرانوں کو دلق وگلیم والے فرمانرواں سے تھی۔ لال قلعہ دہلی کے تختِ طاؤس پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا وہ سب سے زیادہ جھکنے والا تھا جھکانے والا خاکِ پاک اجمیر میں دکھائی دیتا تھا سلطان السلاطین وشہنشاہ کا لقب خواجۂ خواجگان کی جاروب کشی نے بخشا تھا۔ خزانہ علاوہ والے لعل وجواہر گدڑی والوں سے مانگ لے جاتے تھے۔ تبرد آزماؤں کی تلواریں، گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کی جاتی تھیں، کلغی والوں کی کلغیاں، ننگے تلوے والوں کے تلوے چوما کرتی تھیں۔ آنکھ والوں کی لئے سرمۂ سعادت بصیرت والوں کی خاک پا ہوتی تھی۔ تدبیر والوں کی تدبیریں دعا والوں کی دعاؤں سے سنواری جاتی تھیں جاں بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھ دینے والوں کی زرہیں نصر من اللہ وفتح قریب ط پڑھ کر مژدۂ فتح ونصرت دینے والی بشارتوں سے بنتی تھیں عزم والوں کو آہنی عزائم؛ ذکر خدا والے عطا فرماتے تھے سرکوبیوں کے طریقے ذکرارہ والوں سے سیکھے جاتے تھے پینترے والوں کے پینترے، نظر بر قدم اور قدم بر نظر والوں کے کنٹرول میں تھے ہوشیاری وباخبری کی تعلیم پاس انفاس سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب ونتائج کی باگ اربابِ کشف وشہود کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ جہانگیری تزک اور عالمگیری تہور کا دارومدار بوریا نشینوں پر تھا۔ اکبری آئین والے آئینہ ربانی والوں کی دربانی کرتے تھے اور شاہجہانی حوصلہ کی تعمیر شدہ [illegible] لیشوں کے ہاتھ میں تھی مرہٹ کے سوا کے عالم ڈاکو کے سر کرنے والے ہاتھوں میں خرقہ پوشوں کا دامن رات دن رہتا تھا فقیروں کی خانقاہوں میں راعی اور رعایا ایک ہی پوزیشن

رکھتے تھے۔ اخوت و مساوات، حریت و مودت کا آخری فیصلہ مُرشدِ کامل کا ارشادِ حق یہ ہوتا تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت تھی۔ کانوں میں سننے کی اہلیت تھی۔ گداؤں کو شاہوں کی معرفت تھی۔ محتاجوں نے حاجت روائی کے دروازوں کو پہچان لیا تھا۔ شیر و شہر کی تجنیس خطی سے دھوکا نہیں ہوتا تھا۔ اولیاء کی ہم سری کا خواب بھی جرمِ عظیم تھا۔ دہلی و اجمیر کے درمیانی دراز ساخت اور راجپوتانہ کی سنگلاخ زمین اور بلند پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی ہیں۔ دہلی کا قطب الاقطاب جہاں سے اپنے بخت کی یاوری اور عالم غیب کے روحانی کاک حاصل کر چکا تھا وہیں سے مغل تاجداری اپنی حکمرانیوں اور جہاں بانیوں کی سند پاتی تھی۔ اس شاہجہانی مسجد کے سنگ مرمر سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کس طرح مرمر کی یہ سعادت حاصل کی کہ اس کی اس تعمیر پر شب روز سلطان اولیاء کی نظر ہے۔ جس کی بدولت ان گنت عارفوں نے معبودِ حقیقی کے یہاں تعبدی سجدے کیے اور بے شمار ملائکہ کی یہ گزرگاہ ہے۔ اِنچ اِنچ پر یادِ الٰہی کی یادگاریں ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس کے تقدیس کا خیال کر کے یہاں پاؤں رکھے۔ کلیجہ دہلتا ہے اور سر کے بل چلنے کو دل چاہتا ہے یہ تو خانہ خدا اور سجدہ گاہ اولیاء کا حال ہے اور وہ سلطان السلاطین کا دربار اور خواجہ خواجگان کا سرکار ہے آفتاب ولایت کی ضیاء باریاں ہیں اور ماہتاب کرامت کی نور پاشیاں ہیں۔ فیض و کرم کا دریا ابلا پڑتا ہے اور غریب نوازیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے قدسیانِ چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں تو سرمستانِ زمین ہی کا میلہ دیکھ لیجیے۔ واہ سبحان اللہ ! کیسی شمع ولایت ہے کہ دنیا پروانہ وار فدا ہو رہی ہے ! کیسا مالک تخت و تاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے جس کو ہم امیر کہتے ہیں۔ وہ یہاں کا فقیر ہے۔ اور جس کو ہم فقیر جانتے تھے وہ یہاں کا دامن گیر ہے سلطانوں کا سلطان، بادشاہوں کا بادشاہ، غریب نوازوں کا غریب نواز، خواجوں کا خواجہ ساقیوں کا ساقی۔

یاروں کا یار، پیوں کا پیا، محبوبوں کا محبوب، دیکھئے، دیکھئے! سنہری کلس ہے کہ نور کا بُکا، قبّہ بیضا ہے کہ نورِ ظہور کا تڑکا ہے۔ تجلیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلیاں، اے قدرت غائبوں کے داتا! تیری یہ کار فرمائیاں، آنکھوں میں چکا چوند ہے، دل سرشار ہے دماغ خدا جانے کہاں پہنچا ہوا ہے آسمان کا تلاطم، گلستان دہر کا پتہ پتہ، زمین کا ذرہ ذرہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا، میری روح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ، میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا، کس مزے میں زبانِ حال سے گویا ہے

معینا دستگیرا، پادشاہا، مرشدا خواجہ
طفیل رحمتہ اللعٰلمین چشم کرم برما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے۔ یارِ حقیقی سے وصال خواجہ کی تاریخ سعید ہے۔ عرس شریف کا دن ہے خواجۂ بزرگ کی یاد ہے قرآن کریم کی زبان میں اَیَّامُ اللّٰہ میں سے ایک ممتاز یوم ہے وحی الٰہی کی شہادت ہے کہ خاصانِ حق و مقبولانِ درگاہ مطلق کا یوم ولادت، یوم وصال و یوم حشر تعین تاریخ کے ساتھ لاہوتی سلامتیوں اور ربانی رحمتوں کی بارش لایا کرتے ہیں ان تاریخوں میں ان کے وابستگانِ دامن کی بن آتی ہے۔ بگڑیاں بنادی جاتی ہیں بیمار صحت پاتے ہیں۔ اسیرانِ نفس و معرفت کو رہائی دی جاتی ہے اپنے رب سے پانے والے بے حساب پاتے ہیں اجرت پانے والے زیادہ سے زیادہ اُجرتیں حاصل کرتے ہیں اور اپنے وابستوں کو عطا فرماتے رہتے ہیں ان بے شمار نعمتوں میں سے یہی ایک کیا کم ہے کہ آنکھیں ملتی ہیں، آنکھوں کو بینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی بخشی جاتی ہے، مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا سرمہ ملتا ہے، دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے قوموں نے اپنے گرد و پیش آگ، پانی، مٹی، ہوا کو دیکھا۔ تمام آنکھیں تھک گئیں او

حقیقت تک باریاب نہ ہو سکیں۔ عقلیں سوختہ ہو گئیں۔ ہوش مندی ڈوب کر مر گئی انسانی شرافت خاک میں مل گئی اور فہم و فراست ہوا ہو گئی۔ آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھائیں۔ تو چاند سورج ستاروں سے آگے نہ بڑھیں، چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی اور گنگا پوجا یہ بت پرستی یہ ہوائی اوہام نگاہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا ہیں؟ چندرما پوجا! سورج پوجا، گرہن پوجا اور ستاروں کی پرستش اندھا پن نہیں تو کیا ہیں؟ لیکن اسلام کی تیز نگاہی اللہ اکبر آثار کو دیکھا اور مؤثر کا یقین آیا افعال سامنے آئے اور "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ" کی قدرتیں نظر آنے لگیں صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کر دی اجرام فلکیت کے پردے چاک کر دیئے استحالہ حرق التیام کے نظریہ کا استحانہ کر دیا۔ اور جاتے جاتے نگاہیں حقیقت تک پہنچ گئیں رشیدائے رسولؐ کعبہ جسکے ہجر میں آج تک سیاہ پوش ہے اور عرش اعظم کی پنہائیاں جس کی اب بھی جویاں ہیں اسلامی آنکھ نے لذت دید میں سرشار ہو کر اس کو اپنے دل میں رکھ لیا۔

یہ اس اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ خلوت کدہ قبر میں پردہ نشین ہوئے۔ قبر کو تعویز قبر نے چھپایا تعویز قبر نے غلاف قبر کی چوندر اوڑھ لی۔ ان سب پر گنبد آ کر چھا گیا۔ لیکن اسلامی آنکھ کے لیے کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپا لینے میں کامیابی حاصل کی۔ تعویز قبر پہ رخسار رکھ دینے والوں اور غلاف قبر کو سر پر رکھنے والوں سے پوچھو کہ ان سب کا اس قبر اور قبر کا مقبور کس کو پایا اور اگر پیش نظر نہیں تو لباس میں کیا رکھا ہے؟ اور اگر مقبور پر نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے؟ یہ وہابیت کا اندھا پن ہے کہ ٹٹولتے ٹٹولتے قبر تک پہنچی تو خاک پتھر کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا اور محروم ازلی ہو کر رہ گئی اسلام کی یہ تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی۔ کفار کی قبروں کو اکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ کفر و کفار کو کس

احترام کا حق نہیں۔ مومن کی قبر پہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا جس کے تلوؤں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں۔ تو پھر مقبولانِ بارگاہِ رب العزت کی قبروں کا کتنا بڑا رتبہ ہوا۔ یعنی وہابیت کہتی ہے قبر کو دیکھو اسلام کہتا ہے مقبور کو دیکھو! ہم مسلمانوں کا یہ روزمرّہ کا کام ہے کہ قرآن کو لیا اور پہلے جزدان کو چوم لیا۔ پھر جلد کو چوما اور پھر کھول کر تلاوت شروع کی یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما اور پھر کھول کر تلاوت کو نہیں چوما بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز ہم کو پہلے نظر آگئی۔ اس کو چوم لیا۔ دال کو نہیں چوما بلکہ مدلول کو چوما۔ یا مدلول سے دال کو نسبت ہے اس کو چوما۔ ہاں ہاں! غلافِ قبر کو کوئی نہیں چومتا بلکہ اس کی اس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اس کو حاصل ہے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہم کو کتنا مقدّس مقام کتنا اہم ایوان اور کتنی اہم تاریخ میسّر ہے۔ زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے اور لغو تعالی اخوان کی شرط بھی موجود ہے ہم یہ کہتے ہیں ہم گناہگار ہیں سیہ کار ہیں خطاشعار ہیں لیکن ہاں! ڈنکے کی چوٹ پہ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں ہم غدّار نہیں۔

زمانے میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں! دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے۔ ضمیر فروشی، قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے نام دارالعلوم رکھا اور کام ودیامندر کا کیا نام پوچھو! تو احرار بتائیں اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اتر آئیں۔ یارسول اللہ سن کر اُلجھیں' اور اپنے باپو (گاندھی) کی جئے منائیں مسلمانوں کے "**نعرہ تکبیر**" سے اُلجھیں' اور اپنے باپو (گاندھی) کی جئے منائیں' مسلمانوں سے بے زار' مشرکوں کے علمبردار اب تھنڈ کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی، سب کچھ ہے مگر اے خواجہ

تیری خواجگی کے قربان! کہ تیرے مست تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انچ نہ ہٹے، چودہ سو برس کی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہ کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا، نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ ہنود اکثریت کی سرمایہ داری کا جال ان کو پھانس سکا۔ یہ خواجہ کی دُھائی دینے والے! یہ عرس و فاتحہ والے! یہ میلاد و قیام والے! یہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے ان کو کھڑا کر دیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے سنہرے خواجہ والے، غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر لا چکا ہے جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا۔ جس نے سمنان کے سلطان کو کچھوچھا پہنچایا۔ جس کے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ منورہ اور پھر مدینہ منورہ سے فاتحانہ شان سے مکہ واپس پہنچا جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کا پیغام اور اس دین داری کی آزادی ہے ذرہ ذرہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے۔ انسان کو پاک رکھنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے۔

ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ وقت اب روشنی کی اہلیت و استعداد کو نہیں بلکہ کیڑے مکوڑوں کی کثرت و تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر، پیشاب والوں کو پویتر اور اللہ کے پاک بندوں کو ملیچھ کہلاتا ہے جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں ان کو دیسی اور جن کے لئے زمین پیدا کی گئی ان کو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے۔ فلسطین میں ذلت کے ماروں اور بے مسکن آواروں کو مسلمانوں کے سینہ پر بسایا جا رہا ہے کعبہ میں فریضۂ حج پر ایک ایک ہزار روپیہ ٹیکس لگایا جا رہا ہے انڈونیشیا کے مسلمانوں پر بے رحمی آزمائی جا رہی ہے اور بڑا غضب یہ ہے کہ خواجہ کو آپ کا

پڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے پھر ملت فروش دستار کے شملوں کی چوٹیوں پر شلوار کو دھوتیوں پر صرف چند ٹکے کے لیے نچھاور کر چکے ہیں رہنماؤں نے دوبارہ اپنا ایک ہیرو بنا لیا ہے اب ایک جے پال نہیں بلکہ جے پالیوں کی پلٹن ہو گئی ہے اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سنی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپ کے رسولؐ اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آوازے سنے تو نہ گستاخوں کے جبہ و دستار سے ڈرے اور نہ ریش کی آرائش سے مرعوب ہوئے اور صرف اس لیے ان کو چھوڑ دیا کہ یہ ان کے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا جو کسی طرح قابل برداشت نہیں تھا۔ شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی اور اسی وفاداری پر خواجہ کو رحم آ گیا۔ کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ ولی الہند ہی کی کرامت ہے کہ ہمارے ان رہنماؤں کو بیداری بخشی جن کو خدائی کی سند زبانِ وحی سے ملی ہے اب ان کی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں ہے بلکہ اپنے بازو کی قوت پر پڑنے لگی ہے وہ ہمارے رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر ہمارے علماء اہل سنت و جماعت سارے علمائے اہل سنت و جماعت مدرسوں سے باہر آ کر کھڑے ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ نو کروڑ سنیوں میں روٹھے ہوؤں کو منایا جائے۔ ان کو مبلغ بنا کر ذمہ داری کر لی جائے کہ مرنے سے پہلے دس نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے ان کو تعلیم دین سے آراستہ کر کے ان کے علم کو ان کے عمل کو، ان کے اخلاق کو پاک کر دینا ہے تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں وہ مقام پاکستان ہو جائے اب ایسے مدارس ناقابل برداشت ہیں جو سنیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سنیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، سنیوں میں انتشار پیدا کریں اب تمام سنیوں کے مدارس کو ایک نظام میں لا کر ان میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے، دار القضا، دار الافتاء سب کو مرکزی

شان سے چلانا ہے خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے ان میں عملی تبلیغ و تعلیم کی رنق پھونکنی ہے المشائخ كُلُّهُمْ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ کرکے دکھانا ہے۔ ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو کل پاکستان بنا کر دکھانا ہے

یہی علماء و مشائخ اور ان کے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں جن کا نام آل انڈیا سنّی کانفرنس یا جمہوریہ اسلامیہ ہے اور جس میں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔

اس سنی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پر جلسہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلف وفاداری اٹھانے کا ہے۔

میرے سنّی بھائیو! اب ہم پر حجت الٰہیہ ختم ہو چکی اور اگر ہم ان رہنماؤں سے بچھڑ گئے تو میدان حشر میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ سنیو! ہوشیار، خبردار ہمیں ترقی دینے والے بلا رہے ہیں کہ آؤ بڑھے چلے آؤ۔

اے سنّی بھائیو! اے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو اب تم کیوں سوچو کیونکہ سوچنے والے مہربان آگئے۔ اب تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود بخود آگئی اب بحث کی لعنت چھوڑو اب غفلت کے جرم سے باز رہو۔ اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ چلو چلو ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو۔ کہ یہ کام اے سنیوں! صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنّی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری اور نہ سنّی کانفرنس کی غلو بنا پر ہے پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کی چڑ ہے

اسی قدر پاؤں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے پورا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان! کار سنیاں است۔ یہ ملک کی کسی سیاسی تنظیم نو سے تصادم کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلاخوف لومۃ لائم کر دیا ہے اوّل تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بے شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا تصور کس سے پہنچا۔ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف سنّی ہیں۔ پاکستان کے معنی صرف قرآنی اسلامی حکومت آزاد ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنّی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات صاحب سجّادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوالیا ہے اگر ایک دم سارے سنّی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا؟ اس کا دفتر کہاں رہے گا؟ اس کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون لیے پھرے گا ان حقائق کی روشنی میں کیا اس دعوے کی صداقت میں کوئی شک ہے؟ کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے۔

میں اپنے سنی بھائیوں کو آخر میں پرزور دعوت دیتا ہوں کہ زندگی کی پہلی فرصت میں سنّی جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ جس کا سبز رنگ قبۂ خضرا کی سرسبزی سے ماخوذ ہے جس کا ہلال بدر کامل ہونے کی تڑپ رکھتا ہے اور جس کی چمک اپنی آغوش میں اس سبز رنگ کو لئے ہے جس کے سایہ میں دین و دنیا کی بھلائی قدرت نے رکھی ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

(بہ شکریہ خطاباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس)

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص اندازِ خطابت کے ذریعے پورے برصغیر میں اپنے طوفانی دوروں میں سنیت کی تبلیغ اور تحریکِ پاکستان سے متعلق جس انداز پر وکالت کی اور لوگوں کو پاکستان کے وجود کے حقائق اور وجہ و بنیاد سے آگاہ فرمایا یہ حضرت ہی کا حصہ تھا چنانچہ اس سلسلہ میں محترم علی قادری صاحب نائب ناظم جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی نے کراچی میں کی گئی ایک زبردست تقریر کے چند اقتباسات تحریر فرمائے ہیں۔ مناسب ہے کہ حضرت کی تقریر کے یہ چند اقتباسات سے بھی عوام کو روشناس کرایا جائے۔ میں اس سلسلے میں جناب قادری صاحب کے مضمون کو انہی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔

راس المحدثین، رئیس المتکلین حضرت علامہ الحاج شاہ سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی "صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کہنے کو تو "تبلیغی کانفرنس اینڈ سیتار تھ برکاش" کے سلسلے میں کراچی تشریف فرما ہوئے مگر جمہوریت اسلامیہ کے مشن اور صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس کی حیثیت سے مسلمان کراچی سے خطاب فرمایا وہ سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کے متعلق تھا اس لئے حضرت صدر اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت افروز تقریر دل پذیر کا کچھ ملخص جو تحت الشعور میں کم و بیش محفوظ ہے وہ سپرد قلم کرتا ہوں۔

حضرت صدر اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صدارتی تقریر میں آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۝ کی نہایت عمدہ تفسیر فرماتے ہوئے حالات حاضرہ اور سیاست گذشتہ پر لطیف انداز میں تبصرہ فرمایا تھا۔

خطاب

مجھ سے چند دیندار بھائیوں نے فضائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ بیان کرنے کی درخواست کی ہے اور چند لوگوں نے پاکستان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کی التماس کی ہے مگر یہ اسٹیج تبلیغی کانفرنس کا ہے اور ماشاء اللہ تین دن سے جس قسم کی اپ ٹو ڈیٹ تبلیغ اس اسٹیج پر ہو رہی ہے

یں برابر تین دن سے دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں اور دماغ میں نوٹ کر رہا ہوں علاوہ ازیں اس سیاسی پلیٹ فارم پر جہاں اور لوگوں نے اپنے اصولوں کو خیرباد کہا ہے مجھے بھی اپنے ان اصولوں کو علیحدہ رکھ کر قومی و ملی اجتماعی نظریہ سے کچھ کہنا پڑے گا اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اصول سمجھانے میں ایسی کون سی سخت مشکل آن پڑی کہ جس کے لئے کسی مذکر اور مؤنث کو نہیں چھوڑا جاتا۔ اسے بھی اسٹیج پر لانا پڑتا ہے (مسلم لیگ کے اکثر جلسوں میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ خطاب کرتی تھیں۔ جو مرد و زن کا بے حجابانہ اختلاط غیر شرعی ہے اس طرف حضرت نے اشارہ فرمایا۔

آج عالم دنیا میں "امن انسانیت" کی تلاش ہے بڑی بڑی سلطنتیں اپنی اقتصادی و مادیاتی تصرف" ایٹم بم" وغیرہ سے امن انسانیت کی لہر دوڑانا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی رفاقت باہمی ہی نہیں سنبھلتی۔ ہر ایک اپنے اقتدار کو کام میں لانا چاہتا ہے اور دنیا کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ اگر اسے کتنے ہی فائدہ کی بات بتائی جائے وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتا ہے۔

خدا کا محبوب کائنات کے بسنے والوں کو بتا رہا ہے کہ دنیا تمام چیزیں اور مخلوقات ارضی و سماوی، چاند، سورج، مٹی، ہوا، پانی، آگ وغیرہ سب انسان کی خدمت گزاری اور فلاح و بہبود کے خدمت گار مقرر ہوئے ہیں۔ تم ان کو اپنا حاکم مت تسلیم کرو اتنی قوت واستعداد پیدا کرو کہ یہ تمہارے محکوم ہو جائیں۔ جس وقت خدا کے محبوب نے یہ پیغام سنایا تو اس وقت سورج نے یہ نہیں کہا کہ اچھا! تم لوگوں کو ہماری پرستش سے باز رکھتے ہو ہم مدینہ پر نہیں نکلیں گے۔ سورج تو ان کے ادنیٰ اشارے پر اُفق مغرب سے لوٹ کر چلا آیا۔ مگر سورداس مانتے نہیں۔ چاند نے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں کو ہماری اطاعت سے باز رکھتے ہو ہم اب حجاز پر نہیں چمکیں گے بلکہ چاند تو ان کی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا مگر رام چندر مانتے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے جمنا کے مقدس پانی کی طرح نہریں بہادیں جمنا نے ان کے غلاموں کو اپنے دامن

میں پناہ دے کر اسلام کا جھنڈا گڑھوایا مگر عناداً اس مانتے نہیں۔ کفارِ عرب میں بھی یہی ضد کا مادہ تھا۔ کتنے ہی فائدہ کی بات بتائی جاتی مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتے تھے بلکہ کفارِ عرب نے کانگریس بنا کر اپنے اجارہ دار عالموں کی ایک جمعیت بنا دی جو مسلمان عربوں کے لباس اور وضع قطع میں اسلام کی منافقت و مخالفت کرتے تھے ایک مرتبہ مسجدِ نبوی میں سرورِ عالم نے منبر رسالت اور مسند نبوت پر رونق افروز ہو کر یہ آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ نازل ہونے کی اطلاع دی تو کانگریسی جمعیت العلماء کے یہ ففتھ کالم کے عناصر بھی وہاں جا پہنچے۔

ففتھ کالم عناصر: حضرات آپ کو معلوم ہے کہ جہاں مجاہدوں کی تلواریں کام نہیں کرتیں وہاں ففتھ کالم کے عناصر بڑا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ جنگ (دوسری جنگ عظیم) میں جب جاپان اور برطانیہ نبرد آزما تھے تو جاپانی ففتھ کالم کے لوگ ہمارے یہاں بڑی شورش مچا رہے تھے۔ کہتے تھے کہ بس کل سویرے جاپان فلانی ٹرین سے آنے والا ہے اور دوسری طرف انگریزوں نے چپٹی ناک والے اور چھوٹی آنکھ والے لوگوں کو جاپان میں پروپیگنڈے کے لئے مقرر کر رکھا تھا وہ وہاں اس کی تعریف اور بہادری کے پل باندھ رہے تھے۔ اسی طرح کفارِ عرب کی کانگریس نے جمعیت العلماء والوں کو (جو ففتھ کالم تھے) کارنامہ انجام دینے کے لئے بھیج دیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو ان کے کان کھڑے ہو گئے کہ لو بھائی! جبرائیل یہ کیسا پیغام لائے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس رسول کو علم غیب تھوڑا ہی ہے جو ہماری منافقت اس کو معلوم ہو جائے یہ تو ہمارے جیسا بشر ہی ہے۔ اسے ہمارے دل کا حال کیا معلوم؟ جب مکہ کی کانگریس نے نوٹس بھیجا کہ جلدی اپنی کارگزاری سے مطلع کرو۔ رپورٹ بھیجو۔ ورنہ تمہاری تنخواہیں ضبط کر لی جائیں گی اور کھایا پیا سب باہر آجائے گا۔ تو کانگریسی جمعیت العلماء کے ففتھ کالم کو یہ پریشانی دامن گیر ہوئی۔ سوچ سمجھ کر جواب لکھ دیا کہ جب تم گلئے کی دم کو نہیں چھوڑتے تو یہ مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے کیسے چھوٹیں گے۔ ہم اپنے کام میں مصروف

ہیں کانگریس نے جواب میں ففتھ کالم والوں کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا روپیہ کا لالچ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی اور لکھ دیا کہ سات سو کی جگہ آٹھ سو؛ ہزار کی جگہ بارہ سو ملے گا، لگے رہو! اپنے کام میں! ہاں مسجد نبوی میں جب میرے رسول نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو ففتھ کالم والوں کی جان میں جان آئی کہ بس چلو؛ چھٹکارا ہوا اور جب مومنوں کے ظاہری حالات کا بیان کیا گیا۔ تو یہ ایک دوسرے کے لباس اور وضع قطع کو دیکھنے لگے۔ کہ عمرؓ کی ریش تو ایک مشت کی ہے اور یہاں بخاری صاحب کی ڈیڑھ فٹ ہے صدیقؓ کی پیشانی پر تو سجدہ کا داغ معلوم ہی نہیں ہوتا اور یہاں کلام کے باپ نے ماتھا رگڑ رگڑ کر روپے کے قریب داغ بنا لیا، عثمانؓ کا پیراہن تو ٹخنے سے اوپر تھا اور یہاں مدنی صاحب کا اتنا لمبا کرتا ہے کہ سڑک کی گرد و غبار سب سمیٹ لے لیکن میرے رسولؐ نے فرمایا کہ خدا کے اختیار میں ہے کہ اپنے رسول کو غیب پر مطلع فرما دے اور حضورؐ نے بڑے غضب اور جلال میں آیت کا یہ حصہ پڑھا یَمِیزَ الْخَبِیثَ مِنَ الطَّیِّبَاط - اخراج فلاں ابن فلان! نکل جا؛ فلاں! یقیناً تو منافق ہے؛ خبیث ہے، تو بس پھر نہ پوچھو! ان کی کیا گت بنی؛ صدیقؓ نے کسی کا گریبان پکڑ کر گھسیٹا؛ تو علیؓ نے کسی کی چٹیا سنبھالی بلالؓ نے کسی کی کمر پر لات ماری اور کہا "خبیثو! پاکستان میں ہندوستان اور پاکستانیوں میں پلیدوں کا کیا کام!

آج کل یہ ازموں نے تو دنیا کا خانہ خراب کر رکھا ہے کہیں کمیونزم؛ کہیں سوشلزم؛ کہیں نیشنلزم؛ اور دوسری طرف خاکسار آزادی؛ اور احرار آزادی نیشنلسٹ آزادی! آزادی! حرام زادی!! کیا چیز ہے کون سا جہاد کرنے والا مانگتے ہو؟ وہ ہی جو نجدی نے حجاز میں کیا۔ کافروں اور مشرکوں سے نہیں بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے مرنے کے بعد ان کی قبروں سے جہاد

کیا. ان کی ہڈیاں نکلوا کر پھینکوا دیں. واہ رے! قرآن وحدیث کی حکومت (سعودی حکومت) یہاں تو ففتھ کالم والے مسٹر محمد علی جناح کے پاس بھی گئے اور کہا: کہ ہم تو اجمیر کا گنبد گرائیں گے یہ بت خانہ بنا ہوا ہے لاہور میں داتا گنج بخش رحہ کی قبر اکھاڑیں گے جناح نے کہا نہیں: بھئی!! ایسا کام مجھ سے تو نہیں ہوگا "

جب یہاں دال نہیں گلی تو لنگوٹیا جا کر تھاما. اور اس سے کہا کہ ہم ہندوستان میں جہاد کریں گے. اس نے پوچھا "کیسا جہاد؟ کہا" ہم اجمیر کا گنبد گرائیں گے لنگوٹیا نے کہا "

ہمارے باپ کا کیا! تم جا کر کعبہ گرادو۔ توڑدو مدینہ کا گنبد گرادو تم خالی ہمارے ساتھ رہو! ہمارا مشن پورا کرتے رہو۔ جو چاہو سو کرو! بس. پاکستان نہ بننے دو "

حضرت رئیس المتکلمین کے خطاب سے چند اقتباسات نقل کئے گئے

حضرت تمثیلات واشارات کے ذریعہ اس قدر جامع خطاب فرماتے تھے کہ تمام حاضرین آپ کے ارشادات عالیہ سے پوری طرح مستفیض ہوئے تھے حضرت محدث اعظم ہند صرف ایک محدث علامہ اور بے بدل بے مثل خطیب ہی نہیں بلکہ ولی کامل بھی تھے. اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ حضرت کو چودہ ۱۴ سلاسل کی خلافت واجازت حاصل تھی۔ لیکن بیعت اولیٰ وخلافت اولی سلسلہ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ قادریہ جلالیہ اشرفیہ میں حاصل تھی اور یہی خاندان اشرفیہ قادریہ کے تمام بزرگ حضرات سے سلاسل جاری وساری ہیں۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی اللہ علیہ نے تقریباً ۳۵ سال سیاحی فرمائی۔ پورے برصغیر اور بیرون ہند تبلیغ دین کے ذریعہ ہزاروں غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل فرمایا اور تقریباً چھ لاکھ کے قریب مسلمان حضرت سے بیعت تھے۔

حلیہ مبارک : حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رح رعب و دبدبہ کے پیکر تھے۔ بھری گندمی رنگ؛ گول چہرہ؛ بڑی بڑی سرخی مائل آنکھیں؛ جو گنبد خضرا کی تجلیات سے معمور؛ بھاری بھرکم جسم؛ لیکن نرم؛ قد تقریباً ۱۰ ۔ ۵ بھری بھری گردن؛ ڈاڑھی مبارک میں سفیدی غالب یا نخر دلی بنڈلیاں نرم نرم گو داس سے ہاتھ بھاری بھرکم آواز جو اس قدر بلند تھی کہ لاوڈ اسپیکر کی حاجت نہیں رکھتی تھی۔ بڑے بڑے عالم نجدی حضرت کے نام سے گھبراتے تھے۔

لباس فاخرانہ : خاندان اشرفیہ کے تمام افراد غوث الثقلین حضرت محبوب سبحانی پیراں شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رض کی اولاد سے براہ راست بغیر کسی قطع کے مسلسل ہیں چنانچہ اسی لئے شان غوثیت اور لباس غوثیت سے آراستہ ہوتے ہیں۔ حضرت محدث اعظم کچھوچھوی رح کا لباس بھی بڑا فاخرانہ ہوتا تھا بہترین کپڑے کا عبا؛ عمدہ قسم کے کپڑے کی صدری جس میں خوب صورت قیمتی بٹن؛ ہاتھ میں نقرئی دستہ کا عصا مبارک کامدار کلبتو کی نعلین سر پر پیلے صندلی یا کبھی سرخ صندلی رنگ کا ۱۲ گز کپڑے کا عمامہ مع تاج غوثیہ؛ غرض دیکھنے والے بس دیکھتے ہی رہتے تھے۔ رعب کی حالت یہ تھی کہ بڑے بڑے آفیسر حضرت سے بات کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

اشاعت سلسلہ : حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رح خاندان اشرفیہ اور سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی ایک چلتی پھرتی تصویر تھے ایسی تصویر کہ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ آپ کون سے خاندان اور کون سے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاندان اشرفیہ میں اعلیٰحضرت محبوب ربانی؛ ہم شکل غوث جیلانی؛ سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ جو حضرت محدث کچھوچھوی رح کے حقیقی نانا تھے؛ کے وصال کے بعد اشاعت سلسلہ عالیہ کے سب سے بڑے سبب تھے حضرت محدث اعظم کی سیاحت اور تبلیغی

دوروں کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صرف سال میں ایک ماہ رمضان المبارک میں اپنے گھر پر قیام پذیر ہوتے تھے۔ مصروفیات کی یہ حالت تھی کہ ترجمہ قرآن عظیم فرمایا ہزاروں فتاوی تحریر فرمائے؛ مناظرہ کئے اور پھر خانذانی طریقے پر ہزاروں بے کسوں کی دستگیری فرماتے؛ نقوش لکھتے دعا فرماتے؛ بیعت فرماتے یا ہزاروں کی تعداد میں ملنے والے خطوط کے جواب دیتے۔

معمولات: حضرت محدث اعظم ہند رح صبح بعد نماز اشراق آرام فرماتے: بعد مغرب وظیفہ پڑھتے تھے جو دعائے سیفی شریف کا وظیفہ تھا بعد نماز عشاء کھانا تناول فرماتے اور پھر لوگوں سے ملاقات فرماتے تقریباً ۱۰ ۱/۲ بجے شب جلسہ گاہ میں تشریف لے جاتے حضرت کا خطاب ہمیشہ سب سے اخیر میں ہوتا تھا جو تقریباً ۱۲ بجے کے بعد شروع ہوتا آپ عام طور پر ۱ ۱/۲ گھنٹہ یا ۲ گھنٹہ خطاب فرماتے تھے بعد خطاب سیکڑوں لوگ بیعت ہوتے تھے اس کے بعد قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ رات کے پچھلے پہرے تک جاری رہتا۔ پھر آپ اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتے۔ دن میں صبح ۲ بجے کے بعد حضرت اکثر لوگوں کے ہاں مدعو ہوتے تھے جہاں تشریف لے جاتے روحانی فیوض و برکات سے نوازتے۔ بعد نماز ظہر خطوط کے جواب تحریر فرماتے۔ بعد نماز عصر اکثر پیچیدہ مسائل حل فرماتے۔ فتادے تحریر فرماتے۔ حضرت کے سفر کرنے کی یہ حالت تھی کہ آپ کو ہندوستان بھر کی تمام ریل گاڑیوں کے اوقات کرائے اور مقام روانگی و مقام اختتام زبانی یاد تھے اکثر ریل کے حکام اور ٹکٹ چیکر اسٹیشن ماسٹر حضرت کے شکل شناسا تھے۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود حضرت کو شعر گوئی کا شوق بھی تھا۔ چنانچہ حضرت کے دیوان فرش بر عرش سے چند منتخب نعتیں، نظمیں، رباعیاں قارئیں کے لیئے پیش کی جاتی ہیں۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت محدث اعظم ہند کو اپنے حقیقی ماموں اور خطابت میں استاد و پیر و مرشد حضرت علامہ مولٰینا سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی ولی عہد سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھا مقدسہ سے بے انتہا محبت و عقیدت تھی اور اکثر مواقع پر اپنے پیر و مرشد کو یاد فرماتے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل قطعہ میں حضرت اپنے پیر و مرشد کے متعلق اپنے جذبات کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں

محویت چھا گئی جب حسن بیاں یاد آیا
دل تڑپ اٹھا وہ انداز بیاں یاد آیا
جھومتی رہتی ہے دنیائے تصور سید
جب کبھی موعظۂ پیر مغاں یاد آیا

چند رُباعیاں

فانی ہے اگر کوئی باقی باللہ (بسلسلۂ تصوف)
باقی ہے اگر ہوگیا فانی فی اللہ
معبود بھلا کوئی من دُونِ اللّٰہ
لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ

کیا ذکرِ جمیل مصطفائی دیکھی (شانِ مصطفیٰ)
اللہ کی شانِ کبریائی دیکھی
کچھ سیّدِ ناکارہ پہ موقوف نہیں
ہر لب پہ محمدؐ کی دھائی دیکھی

اللہ غنی کلامِ ربّانی ہے (کلامِ اللہ)
بھیجا اسے اسلام کا جو بانی ہے
اس فضل کی انتہا نہیں ہے سیّد
قرآن کا لقب مصحفِ عثمانی ہے

شاہا خواجہ و پادشاہا خواجہ (شانِ خواجہ اجمیریؒ)
سرمایۂ دین و دین پناہ خواجہ

پیغام بر، معین دین ذات تو گشت
در ہند بنائے لَا اِلٰہ خواجہ

نعت شریف

نسیم پر نہ باد صبا پر، نہ باد صرصر پر
میں اڑ رہا ہوں تو زور ہوائے دلبر پر
نہ بیگناہی نہ کچھ نیکیوں کے دفتر پر
ہمارا تکیہ ہے اپنے شفیع محشر پر
نہ سلسبیل، نہ تسنیم پر، نہ کوثر پر
مری نظر ہے نگاہِ خمار پرور پر
وہ اقتدار کہ بیٹھ آئے عرش اکبر پر
یہ شان فقر کہ لیٹے نہ نرم بستر پر
کسی کو چیر دیا ہے کسی کو پھیر دیا ایسا
یہ دبدبہ ہے تیرا ماہ و مہر و خاور پر
کبھی تو حشر کا ساماں کبھی خراماں ہے
کسی کی چال کا پرتو پڑا مقدر ہے
ہر ایک زخم مقدر کہہ رہا ہے یہ، سید
میں ان کے تبسم کے صدقے نثار خنجر پر

آہ ہے اشک کی روانی ہے
ان کے عاشق کی یہ نشانی ہے
ضعف ہے اور ناتوانی ہے
تو کہاں اے میری جوانی ہے
اب کہاں کوئی نالہ و فریاد
میری میّت ہے بے زبانی ہے
بے مثالی میں، لاجوابی میں
ان کا کوئی کہاں بھی ثانی ہے
جسمیں شرم و حیا کا رنگ نہ ہو
وہ پسینہ نہیں ہے پانی ہے
کیا بیاں ہو میرے فسانہ کا
درد ہی درد کی کہانی ہے
حشر میں وہ کہیں گے اک اک سے
تیری بگڑی مجھے بنانی ہے
میری گم گشتگی کا ہے صدقہ
بے نشانی میری نشانی ہے
ہوں آل سے انہیں کا میں سیّد
میری نسبت بہت پرانی ہے

رُتبہ مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم

مدینہ کی زمین بھی کیا زمین معلوم ہوتی ہے
لیے آغوش میں خلد بریں معلوم ہوتی ہے
تیرے جود و کرم کی ہر ادا میں یارسول اللہ
نمو و شان رب العالمین معلوم ہوتی ہے
تعالیٰ، اللہ، اے ارض مدینہ تیرا کیا کہنا
بلندی عرش کی زیر زمین معلوم ہوتی ہے

سراپا حق سراپا نور بے سایہ نہ سرتا پا
بشر کہنے کی کچھ صورت نہیں معلوم ہوتی ہے
سیہہ کاران امت کے لیے زلف سیاہ انکی
سراسر رحمۃ اللعالمین معلوم ہوتی ہے
گناہ گاروں سے پوچھو زاہدو ! رتبہ محمدؐ کا
انہیں قدر شفیع المذنبین معلوم ہوتی ہے
خدا جانے کہ سودا سر میں ہے یا درد ہے دل میں
مگر اک چوٹ سی مجھ کو کہیں معلوم ہوتی ہے
نتیجہ یہ ہوا اس آستانہ پر سر جھکانے کا
بجائے سنگ در میری جبیں معلوم ہوتی ہے
ہر احمق خواب ہی دیکھا کرے اپنی نبوت کا
اسی میں شان ختم المرسلین معلوم ہوتی ہے
معاذ اللہ کہ حد بندی نبی کے فضل بے حد کی
وہابیت کسی کی بس یہیں معلوم ہوتی ہے
نگاہِ یار کی تاثیر سیّد ایسی ہے ان مٹ
جہاں پر تھی کسک اب تک وہیں معلوم ہوتی ہے

چٹکیاں لے رہا ہے سینے میں
درد پایا تھا جو مدینے میں

جان کر دی فدا الحمدللہ
یہ ملا عمر بھر کے جینے میں

حلقۂ زلفِ یار دل میں میرے
جیسے انگشتری نگینے میں

ان کا بامِ عروج کیا کہنا
عرش سیّد ہے جن کے زینے میں

ہے غریقِ محبتِ حسنین
حضرت نوحؑ کے سفینے میں

سرخروئی ملی ندامت کو
خون کا رنگ ہے پسینے میں

سر جھکائے ہوئے ہو کیوں سید
کچھ نہ کچھ ہے تمہارے سینے میں

بحضور غریب نوازؒ

غریب آتے ہیں در پہ تیرے غریب نواز
کرو غریب نوازی مرے غریب نواز

ان کو حق نے بنایا حق سیّد
حق کی ہوتی نہیں کہانی جھوٹ

۲

عشق بتاں نے صاحب ایماں بنا دیا
اس کافری نے مجھ کو مسلماں بنا دیا
اللہ رے شان گلشن زہراؓ کے پھول
کرب و بلا کو رشکِ گلستاں بنا دیا
سمنان کا تخت چھوڑ کر غوث الوریٰ ہوئے
یوں سلطنت کے ترک نے سلطاں بنا دیا
میں ہو گیا ہوں بزم حسیناں کا آئینہ
جلوؤں کے اژدھام نے حیراں بنا دیا
حسن ملیح یار کی لذت نہ پوچھئے
زخم جگر کو میرے نمکداں بنا دیا
ان کے قدم کے صدقے غریبوں کی قبریں
تختہ کو آ کے تخت سلیماں بنا دیا
دستور عشق ہے کہ ابھرتے ہیں ڈوب کر
یوسف کو چاہ نے مہ کنعاں بنا دیا

میری سیاہ بختی پہ جب آگیا رحم
کملی کو اپنی شمع شبستان بنا دیا
جس نے نبی کو میرے کیا قابل ثناء
سیّد کو اس نے ان کا ثناء خواں بنا دیا

یہ چند منتخب کلام کے نمونے پیش کئے گئے قارئین کو کلام کی سادگی، بے ساختگی، حقانیت کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت اپنے خطاب کی طرح اشعار بھی ایک عجیب انداز میں فرماتے تھے یہ حقیقت ہے کہ اوپر معمولات جو تحریر کئے گئے ہیں ان کے مطابق حضرت محدث اعظم کی زندگی بے انتہا مصروف زندگی تھی۔ اور ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ لیکن اس کے باوجود اشعار گوئی سوائے اس کے کہ ؎

شعر می گویم بہ از آب حیات
من ندانم ؛ فاعلاتن فاعلات

کے مصداق بغیر کسی کوشش اور جستجو کے جذبات کا اشعار کی شکل میں اظہار ہی اصل شاعری ہے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ کی روحانی غذا یعنی سماع سے بھی بہرہ اندوز ہوتے تھے آپ حضرت محبوب یزدانی سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی اتباع میں حضرت مخدوم علیہ الرحمتہ کے سالانہ عرس اشرفیہ جو خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں میں منعقد ہوتا ہے اس کی محفل سماع میں شرکت فرماتے تھے آپ وجدانی کیفیت میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ وہ ہی محفل سماع

ہے جس میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاںؒ نے ایک مرتبہ اپنے مرید خاص اور خلیفہ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین اشرفی مراد آبادی کو بھی اپنے ساتھ بٹھایا تھا اور حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک گھنٹے تک اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بیٹھے رہے لیکن جتنی دیر صدر الافاضل رحؒ اس نشت میں موجود رہے ساز استعمال نہ ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ بغیر ساز کے قوالی ہوئی دوسری مرتبہ مع ساز کے سماع جاری رہا۔ بعد واپسی از محفل سماع لوگوں نے حضرت صدر الافاضل سے دریافت کیا تو اپنے مختصر جواب میں فرمایا کہ اطاعتِ شیخ فرض ہے۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت محدث اعظم ہند ایک بہت بڑے عالم، محدث خطیب ہی نہیں بلکہ بہت بڑے صوفی بھی تھے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت کی اکثر کرامات بھی ظاہر ہوتی تھیں جس میں سے چند کرامات پیش کی جارہی ہیں کیونکہ یہ کتاب پہلی کتاب ہے جس میں حضرت کے حالات زندگی کو مختصراً پیش کیا جارہا ہے انشاءاللہ آئندہ کتاب میں کافی تفصیلی حالات پیش کیے جائیں گے۔ لہٰذا چند کرامات کا ذکر صرف اس لیے کیا جارہا ہے کہ حضرت کے متعلق قارئین کو اندازہ ہو کہ حضرت کیسے عالم صوفی تھے اور یہی خصوصیات خاندان اشرفیہ کے ہر بزرگ میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ اس خاندان میں یہی ایک یکسانیت ہے کہ اس خاندان کا ہر فرد علمِ دین، علمِ دنیا اور علمِ تصوّف کا پیکر ہوتا ہے۔

ایک واقعہ

حضرت محدث اعظم ہند اپنے وقت میں دیوبندیوں، وہابیوں، اور نجدیوں کے لیے سخت مصیبت بنے ہوئے تھے کیونکہ حضرت کو جب بھی یہ اطلاع ملتی کہ فلاں جگہ وہابیوں، دیوبندیوں کا قلعہ ہے تو حضرت فوراً وہاں تشریف لے جاتے اور اپنی خطابت و علم دین و علم روحانی کے زور سے انکے قلعہ کو مسمار کردیتے اور ہر وقت وہابیوں کے بڑے سے بڑے عالم کو مناظرہ کی دعوت دیتے یہ امر باعثِ ذکر ہے کہ حضرت اپنی گفتار میں ناشائستہ الفاظ کبھی نہ

استعمال فرماتے بلکہ آپ کا ایک الگ انداز تخاطب تھا۔ چنانچہ وہابیوں، دیوبندیوں نے ایک فیصلہ کیا کہ کسی طریقہ سے آپ کو قتل کیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ درد سری ختم ہو لیکن سازش اس طرح تیار کی کہ بعد ہلاکت حضرت محدث اعظم کسی اہلمد کی پکڑ نہ ہو حضرت محدث اعظم ہند کیونکہ خطابت اور روحانی فیوض و برکات پہنچانے کے لیے اکثر سفر پر رہتے تھے اور جہاں بھی تشریف لے جاتے لوگ بھی بڑی کوششوں سے حضرت کے انچارج پروگرام سے اپنے اپنے گھروں، مدرسوں میں کھانے پر مدعو کرتے تھے چنانچہ حضرت ایک مرتبہ صوبہ بنگال انڈیا کے مشہور شہر مرشد آباد میں قیام پذیر تھے۔ اس علاقہ میں وہابیوں کی بہتات نہیں تھی بلکہ اکثریت اہل سنت کی تھی دیوبندیوں نے ایک سازش کے تحت حضرت کے ایک بہت ہی غریب مرید کو راضی کیا کہ وہ حضرت کی دعوت کرے (حضرت غرباء کے ہاں جلدی دعوت قبول فرماتے تھے۔) چنانچہ "اندھے کو چاہئیں دو آنکھیں" اس غریب مرید نے خوش ہو کر فوراً دیوبندی کی یہ درخواست قبول کر لی لیکن دیوبندی نے اس شخص سے کہا کہ کھانا وغیرہ کا اہتمام ہم خود کریں گے تم صرف اپنے گھر بلا کر کھلا دو ہم تمام اشیاء مہیا کریں گے تمہاری اہلیہ کھانا پکائے اور تم کھلاؤ البتہ ہم بھی تمہارے پیر صاحب کی زیارت کریں گے اور ان کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔

حسب عادت حضرت نے غریب مرید کی دعوت قبول فرمائی مقررہ دن دیوبندیوں نے تمام لوازمات اور عمدہ اشیائے خورد و نوش مہیا کر دیئے اتفاق سے وہ مرید ایک روز قبل حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر تھا کہ حضرت نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تمہارے ہاں کھانا کتنے افراد کا ہو گا؟

اس نے کہا کہ حضور جتنے افراد ساتھ لانا چاہیں میں انتظام کر لوں گا۔

حضرت اس کے جواب پر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر تک نگاہ نیچے کئے رہے اسکے بعد آپ نے فرمایا! کہ "کھانے کا انتظام کس نے کیا ہے"؟

اس نے سادگی سے بتمام تفصیل سے آگاہ کیا اور کہا " وہ بڑا مہربان شخص ہے، وہ آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہے شاید بیعت بھی ہوگا۔

مرید کے جواب پر حضرت مسکرائے پھر فرمایا کہ " ہم کسی کی خواہش کو ٹھکراتے نہیں خواہ وہ کسی دیوبندی ہی کی کیوں نہ ہو۔ البتہ ایک شرط یہ ہے کہ تمہاری بیوی جو کھانا پکاتی ہے اور روزانہ تم کھاتے ہو وہ ہی کھانا ضرور پکانا۔ ہاں جو کھانا وہ صاحب کھلانا چاہتے ہیں ان کو کرنے دو۔

حسب پروگرام حضرت مرید کے گھر تشریف لے گئے، جب کھانا دسترخوان پر چن دیا گیا تو حضرت کو کھانے کے لیئے کمرہ میں بلایا گیا۔ حضرت نے انتظام کرنے والے شخص سے مصافحہ کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا، فرمایا !

" تم نے کتنے لوگوں سے مشورہ کے بعد یہ کھانا کھلانے کا اور فقیر کی ہلاکت کا بندوبست کیا ہے۔

حضرت کی اس شخص سے یہ گفتگو تمام حاضرین کے لیئے ایک عجیب انکشاف تھا اور کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ حضرت غلط فرمارہے ہیں

اس شخص نے بہت دبنگ طریقہ پر اپنا دفاع کیا اور کہا " حضرت " آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔

اس شخص کے جواب پر حضرت کو غصہ آگیا فرمایا ! " چوری اور سینہ زوری ! اس کے بعد آپ نے اپنے مرید سے کہا فلاں، فلاں ! ! سالن کی قاب اٹھا کر لاؤ ! "

جب مرید وہ قاب اٹھا کر لایا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ " اگر تم سچے ہو تو وہ سالن صرف تم کھاؤ ! "

اس شخص کے چہرے پر خوف نمودار ہوگیا اور پھر حضرت نے اس سالن سے گوشت کی چند بوٹیاں مرید کی پالتو بلی کو کھلائیں اور فرمایا کہ۔

" آج شام تک یہ بلی ٹھیک رہے گی لیکن شام کو اسے تھوڑی چائے زیادہ

دودھ کی پلانا اور اس کا جو حشر ہو وہ بتانا"

حضرت نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ " زندگی اللہ کے ہاتھ ہے : اللہ نے موت ، زندگی ، رزق اور عزت و ذلت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے ۔ اگر انسان کے ہاتھ میں یہ چیزیں ہوتیں تو کوئی زندہ نہ رہتا ، کوئی مرتا نہیں کوئی رزق نہ پاتا ، کوئی ذلیل نہ ہوتا اور کوئی باعزت ہوتا جس کو شاہان وقت اور امرائے زمانہ چاہئیے ۔

مرید نے ایسا ہی کیا اور حضرت نے مرید کے گھر کا جو اپنا پکا ہوا کھانا تھا وہ کھایا ۔ شام کو مرید نے جیسے ہی بلی کو چائے دی اور بلی نے صرف ۴ مرتبہ زبان سے چائے کو چکھا اور اس کی حالت غیر ہو گئی تھوڑی دیر بعد یہ مر گئی

چنانچہ کھانا کھلانے والے شخص کو بلایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی دوسرے شہر چلا گیا ہے ۔

حضرت کو اس کا علم کیسے ہوا اس سلسلے میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ والوں کی نگاہ باطنی بصیرت بھی رکھتی ہے اور حضرت نے روحانی طور پہ مشاہدہ فرما لیا ۔

کرامت : ایک مرتبہ دشمنوں نے آپ کو خنجر سے قتل کرنا چاہا چنانچہ آپ کلکتہ میں مقیم تھے ۔ اور رات کو وکٹوریہ میموریل باغ میں آپ کی تقریر تھی جہاں اسٹیج بنایا گیا تھا اس کے پیچھے دریا تھا جب حضرت جلسہ گاہ تشریف لے گئے اس کے تھوڑی دیر بعد دریا کے راستے دشمن (کرائے کا قاتل) جلسہ گاہ کے عقب میں پہنچ گیا قاتل پہلے کئی قتل کر چکا تھا ۔ چنانچہ اپنے خاص طریقہ پر قتل کا منصوبہ ترتیب دیا تھا ۔ جب حضرت کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے تو اچانک ایک شخص کی چیخ بلند ہوئی جو سامنے مجمع میں سے بلند ہوئی تھی ۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص روتا ہوا چیختا ہوا مجمع

میں سے آکر حضرت کے قدموں میں گر گیا اور چیخ چیخ کر معافی مانگ رہا ہے۔ اور اس نے اپنا خنجر بھی حضرت کے پاؤں میں ڈال رکھا ہے چنانچہ اس سے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں حسب منصوبہ حضرت کو قتل کرنے کیلئے جیسے ہی آگے بڑھا، میں نے دیکھا کہ ایک شیر ببر نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور مجھے گرا دیا اور اس شخص نے اپنے جسم پر پنجوں کی خراش بھی لوگوں کو دکھائی اور کئی ایک جگہ سے اس کا گوشت بھی نچا ہوا تھا جبکہ اس بھرے مجمع میں کسی ایک نے بھی کسی شیر ببر کو نہیں دیکھا یہ کرائے کا قاتل غیر مسلم تھا چنانچہ بھرے مجمع میں یہ مسلمان ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد زخموں کی تاب نہ لا کر دنیا سے کوچ کر گیا۔

اَجَنّہ مُرید ! حضرت کے جہاں لاکھوں انسان عقیدت مند و مُرید تھے وہاں اَجنہ بھی آپ کے دست حق پر بیعت کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کے مصاحبین میں سے اور چاہنے والوں میں سے حاجی عارفین تھے جن سے حضرت کو بہت پیار تھا اور حضرت کے بہت سارے راز روحانی ایسے تھے جن کے وہ امین اور شاہد تھے۔ انہوں نے بتایا کہ " کئی موقعوں پر میں نے تخلیہ میں حضرت کو کچھ عجیب شکل کی مخلوق سے باتیں کرتے سنا اور جب دریافت کیا تو حضرت نے خاموشی اختیار فرمائی۔ لیکن ایک مرتبہ حضرت عارفین صاحب کے ہاں قیام پذیر تھے تو انہوں نے رات کو تین بجے حضرت کو بہت بلند آواز میں گفتگو کرتے ہوئے سنا تو کہتے تھے کہ میں نے کمرہ میں داخل ہو کر دیکھا کہ عجیب مخلوق بیٹھی ہے تو حضرت نے میرا ان سے تعارف کرایا اور مجھ سے فرمایا۔

" عارفین ! یہ ہمارے مرید اور تمہارے پیر بھائی ہیں۔ انکا تعلق اجنہ سے ہے۔

کہتے تھے کہ استفسار پر حضرت نے فرمایا کہ ۵,۰۰۰ پانچ ہزار اجنہ میرے حلقہ ارادت میں سلسلۂ چشتیہ قادریہ اشرفیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

معذرت

کرامات تو بہت ہیں جن کا تفصیل سے لکھنا مشکل ہے کیونکہ یہ مختصر کتاب تمام کرامات کا احاطہ نہیں کر سکتی حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید، خادم اور خلیفہ علامہ مولانا فقیر اللہ صاحب اشرفی مدظلہٗ اور جناب چغتائی صاحب نے بھی کافی مواد مہیا کیا ہے اور جو حالات و واقعات ان کے سامنے یا ان کے ساتھ گزرے تھے وہ تفصیل سے بیان کئے ہیں لیکن یہ تمام مواد تاخیر سے ملا ہے اس لیے ان سے معذرت خواہ ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں شائع کر دیا جائے گا۔

اسمِ جمعیت علمائے پاکستان

پاکستان بننے کے فوری بعد تقریباً ۱۹۴۸ء میں حضرت محدّث اعظم ہند اور صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مرادآبادی اور تاج العلماء محمد عمر نعیمی اشرفی پاکستان تشریف لائے۔ ان تینوں اکابرین اہل سنّت کا پاکستان تشریف لانے کا مقصد یہ تھا کہ تقسیم برصغیر کے بعد کے حالات اور کوائف جو پاکستان میں رونما ہوئے تھے ان کا خود مشاہدہ فرمائیں اور پاکستان میں اہل سنّت والجماعت کی حالات کے مطابق ازسرِنو تنظیم فرمائیں۔

کراچی میں مبلغ اعظم حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری تشریف فرما تھے اور مولانا صاحب کو میرے والد صاحب حضرت قطب ربّانی شاہ سید محمد طاہر اشرف جیلانی سے ایک خاص لگاؤ تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ایک دوسرے کو حقیقی برادران سے زیادہ محبت و لگاؤ تھا۔ کیونکہ علامہ صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کراچی میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو کوئی روز ایسا نہ ہوتا تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا صاحب سے ملنے نہ جائیں اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر کبھی والد صاحب کسی مجبوری سے مولانا صاحب کے پاس نہ جاتے تو مولانا صاحب گاڑی بھیج کر والد صاحب کو بلاتے تھے چنانچہ میں اس وقت تقریباً ۱۰ یا ۱۱ سال کا تھا اور والد صاحب کے ساتھ رہتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علامہ مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر میں والد صاحب کے ساتھ موجود تھا اس وقت مولانا صاحب افریقہ میں اپنے سفر اور تبلیغی دورے کے متعلق فرما

رہے تھے اور کوئی صبح ۱۱ بجے کا عمل تھا کہ اتنے میں دیکھا کہ حضرت محدث اعظم ہندؒ اور صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین اشرفی اور تاج العلماء ایک ساتھ مولانا صاحب کے گھر تشریف لائے ہم لوگوں کو وہاں موجود پاکر ان اکابرین نے مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت صدر الافاضل نے محبت اور شفقت سے میرے سر پر بوسہ دیا۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ علامہ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ میرے ماتھے پر بوسہ دیا کرتے تھے اور بہت ہی شفقت فرماتے تھے مولانا کی شفقت ومحبت کا اندازہ یوں بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ہم لوگ ہندوستان میں سب کچھ لٹا کر اور اپنے محبوب چچا سید سلطان اشرف شہید کو جن کو ۴ ار ہندو غنڈوں نے شہید کر دیا تھا ان کو سلطان نظام الدین محبوب الٰہی کے پہلو میں دفن کر کے پاکستان ہجرت کر کے کراچی آ گئے تھے۔ اور ایک مہاجر بستی ملٹری اسپتال عقب کینٹ اسٹیشن کے ایک کمرہ اور ورانڈے میں مقیم تھے تو عید کے روز علامہ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ صبح فجر کی نماز سے قبل صدر بازار کراچی سے جہاں مولانا قیام پذیر تھے پیدل چل کر ہماری رہائش گاہ تشریف لائے اور نماز فجر ہماری رہائش گاہ پر ادا فرمائی اور ہم سب بھائیوں کو عیدی عطا فرما کر ہم کو ساتھ لے کر میمن مسجد صدر بازار تشریف لے گئے

میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ علامہ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت آج تک میری نگاہ سے نہیں گزری۔ اس قدر عظیم علمی، روحانی حیثیت کے باوجود بے انتہا منکسر المزاج، خوب صورت، خوب سیرت، جاذب نظر اور حلیم الطبع انسان تھے مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بیرونی کمرہ میں یہ سب اکابر تشریف فرما ہوئے۔

مسئلہ درپیش تھا کہ پاکستان میں تمام سنی علمائے کرام کی ایک تنظیم قائم کی جائے تاکہ یہ اہل سنت والجماعت حضرات کی صحیح رہنمائی کرے ایک نام یہ تجویز ہوا تھا کہ کل پاکستان سنی کانفرنس رکھا جائے تاکہ آل انڈیا سنی کانفرنس سے تسلسل قائم رہے

ایک نام یہ تجویز ہوا کہ جمعیت اہل سنت پاکستان رکھا جائے لیکن مذکورہ بچہ دو اسماء پر اختلاف ہوا۔ آخر حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں دیوبندی علماء کی جماعت کا نام جمعیت علمائے ہند ہے تو کیوں نہ اس کے مقابلے پر پاکستان علمائے اہل سنت کی جماعت کا نام جمعیت علمائے پاکستان رکھا جائے اور پھر حضرت نے اس نام کی افادیت میں اپنے مخصوص انداز میں دلائل دے، چنانچہ حضرت صدرالافاضل علامہ مولانا سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس نام سے اتفاق فرمایا اور پھر تمام اکابر اس نام سے متفق ہو گئے اس طرح آج جو جمعیت علمائے پاکستان موجود تھے اس کا نام بھی سب سے پہلے حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا۔

تحریک پاکستان میں محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں اور جیسا کہ مولانا محمد اظہر نعیمی صاحب نے کتاب کے افتتاحیہ میں شکایت کی ہے کہ مورخین تاریخ نے تحریک پاکستان کے ان اکابر کے ساتھ زیادتی کی ہے حقیقت یہ ہے کہ (نام نہاد) مسلمانوں کے طلسم کو پاش پاش کرنے میں ہمارے بزرگوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ہندو مسلم اتحاد کے کرون کا منہ توڑ جواب دیا دو قومی نظریہ کی تائید میں وہ سب کچھ کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ افسوس تو یہ ہے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب اور ان کے رفقاء ہندو مسلم اتحاد کی اس وقت سے مخالفت کر رہے تھے جبکہ مسلم لیگ وجود میں نہ آئی تھی۔ تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ اہلسنت کی مساعی اور ان کا کردار ڈھکا چھپا نہیں لیکن مورخین نے حصول پاکستان کی مساعی میں ان علماء کا تو ذکر کیا جو بگی کھانے کے لیے الیکشن سے تھوڑے دن پہلے ہندو نواز جمعیۃ علماء ہند کے جواب میں جمعیۃ علمائے اسلام بنا کر شامل ہوئے تھے اور ان اکابر کی مساعی کی جانب مورخ کی نگاہیں نہیں اٹھیں جنہوں نے حسین احمد ٹانڈوی۔ احمد سعید دہلوی، کفایت

اللہ شاہجہاں پوری (دہلوی) حفظ الرحمان سیوہاروی کی ہندو نوازی اور مسلمانوں کو بہکانے والی تقریروں کے جواب میں سر دھڑ کی بازی لگائی افسوس تو اس بات کا ہے کہ نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے

؎ : منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے ۔

محدث اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ ہمہ صفت موصوف شخصیات میں سے تھے ۔ تقسیم ہند کے بعد جب مسلم لیگی لیڈر ترک وطن کر کے پاکستان آ رہے تھے اور انہوں نے ایسے کٹھن مرحلے پر ہندوستان کے مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا لیکن محدث اعظم نے اس وقت یہ فرمایا کہ تحریک پاکستان میں ہماری شرکت اعلان کلمۃ الحق کے لیے تھی ہم نے تحریک پاکستان میں اس لیے حصّہ لیا تھا کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے مسلمانوں کو تو انگریز کے استبداد اور ہندؤوں کے فریب سے آزادی مل جائے گی رہا اقلیتی صوبوں کا معاملہ سو ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی ۔ قدرت ان کے لیے بھی کوئی سبیل پیدا کرے گی ۔ ہم ہندوستان چھوڑ کر پاکستان نہیں جائیں گے لیکن تقسیم ہند کے بعد جب ان اکابر نے یہ دیکھا کہ مسلم لیگی قیادت پاکستان حاصل کرنے کے بعد نفاذ اسلام کے سلسلے میں مخلص نہیں تو محدث اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی اور تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی رحمتہ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے ۔ پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ سے رابطے کئے اور پاکستان میں نفاذ شریعت کے سلسلے میں ایک تنظیم کی جانب توجہ دلوائی یہی تنظیم بعد میں جمعیۃ العلمائے پاکستان کے نام سے میدان عمل میں آئی ۔ جسکا تذکرہ سابق صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا

اٹھارہ دن کے اس سفر میں ان حضرات نے لاہور اور کراچی میں رابطہ کی مہم جاری رکھی لیکن سوء اتفاق صدر الافاضل رحمتہ اللہ علیہ کی شدید علالت کی وجہ سے ان

حضرات کو اپنا مشن نامکمل چھوڑ کر ہندوستان واپس ہونا پڑا بعد میں حضرت محدث اعظم ہند دومرتبہ پاکستان تشریف لائے لیکن یہ سفر ذاتی نوعیت اور رشد و ہدایت کے لئے تھے ان مواقع پر آپنے سیاسی امور سے خود کو بے تعلق رکھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت پاکستان ہندوستان سے تبلیغی مشن پر آنے والوں کو ویزا نہیں دیتی تھی اس لئے حضرت محدث صاحب کو ویزا ہی احباب سے ملاقات کے لئے ملا اس وجہ سے حضرت محدث اعظم نے اپنی ذات کو اعتراض سے محفوظ رکھا۔

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں آپ کو تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی پاداش میں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپنے تقسیم کے بعد سیاسی امور کی طرف توجہ نہ فرمائی صرف مسلمانوں کی بیداری اور تبلیغ دین میں ہمہ تن معروف رہے۔ اور اس مشن کی تکمیل آج انکے صاحبزادگان اور متعلقین سے کر رہے ہیں۔

دوسرا سفر پاکستان :۔ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری مرتبہ پاکستان ۱۹۵۳ء میں تشریف لائے اور لاہور، ملتان، کراچی، حیدرآباد، پھر واپسی میں بہاول پور، رحیم یار خان تشریف لے گئے ہر مقام پر عوام کو اپنے بے مثال خطاب سے نوازا سینکڑوں افراد کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرمایا واپسی پھر براستہ لاہور ہوئی۔

یہاں ایک عجیب واقعہ کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کیونکہ اس واقعہ میں کچھ رموز پنہاں نظر آتے ہیں۔ حضرت جب کراچی تشریف فرما ہوئے تو اس وقت میرے والد صاحب حضرت قطب ربانی شاہ سید محمد طاہر اشرف الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ بمبئی کے سفر پر گئے ہوئے تھے اور میری والدہ سخت علیل تھیں چنانچہ حضرت صاحب والد

کی عیادت کے لیے ہمارے گھر تشریف لائے۔ والدہ کو تشفی دی اور کچھ نقوش عطا فرما اس وقت میری والدہ صاحبہ نے حضرت سے اپنی یہ تمنا بیان فرمائی کہ۔

"میں چاہتی ہوں کہ میرے شوہر گھر پہ ہوں۔ میرے سب بچے میرے پاس موجود ہوں اور آپ بھی کراچی میں تشریف فرما ہوں اس وقت میں اس دارِفانی سے کوچ کروں اور پھر آپ میری نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

حضرت نے والدہ صاحبہ کی یہ دلی تمنا سن کر کچھ دیر توقف فرمایا اور پھر فرمایا کہ

"اللہ آپ کی دلی آرزو پوری کرے گا۔"

چنانچہ حضرت واپس تشریف لے گئے اور والدہ صاحبہ صحتیاب ہوگئیں۔ تقریباً سال بعد والدہ پھر علیل ہوئیں علالت کچھ خاص نہیں تھی لیکن والدہ صاحبہ نے سب کو ختلف قسم کی نصیحتیں فرمائیں جن میں ایک نصیحت یہ تھی کہ۔ "میرا جنازہ رات میں لے جایا جائے اور قبر میں اتارتے وقت صرف میری اولاد وہاں موجود ہو، قبر کے اطراف چادر کھینچ دی جائے نمازِ جنازہ میرے پیر و مرشد کے نواسے یعنی حضرت محدث کچھوچھوی پڑھائیں (والدہ صاحبہ کیونکہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سے بیعت تھیں اور حضرت محدث اعظم ہند اعلیٰ حضرت کے نواسے تھے) اور سوئم والے روز حضرت محدث صاحب ہی تقریر فرمائیں میں خود آؤں گی اور تقریر سنوں گی۔ اس وقت تک حضرت قبلہ محدث اعظم ہند کے کراچی آنے کی کوئی خبر نہ تھی سب لوگوں نے سوچا کہ کہاں کچھوچھا شریف، کہاں کراچی، بہرحال وقت گزرتا گیا۔ اور علالت بڑھتی گئی۔ اُدھر حضرت محدث اعظم ہند" لاہور تشریف فرما ہوئے۔ اور حسب روایت خاندانی لاہور میں مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے تھے۔ علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ بھی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

لاہور سے حضرت محدث اعظم ہند کا ملتان جانے کا ارادہ تھا اور علامہ سید احمد

سعید کاظمی صاحب ؒ کا شدید اصرار تھا کہ ملتان ہو کر کراچی تشریف لے جائیں حضرت نے ملتان کے پروگرام کو آخری شکل دی ریل میں ریزرویشن کرائی گئی ملتان میں اجلاس اور استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئیں کہ اچانک حضرت نے بعد مغرب جو وظیفہ پڑھتے تھے اس سے فارغ ہو کر فرمایا کہ "ہمیں پہلے کراچی جانا ہے اور بہت ضروری جانا ہے ہم اب کراچی کا سفر کسی قیمت پر ملتوی نہیں کر سکتے۔

چنانچہ حضرت کی ملتان کے سفر کی ریزرویشن منسوخ کرائی گئی اور کراچی کی سیٹ حاصل کی گئی حضرت محدث اعظم بعجلت لاہور سے کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت دوسرے بعد صبح دس بجے کراچی تشریف فرما ہوئے اور دوپہر ٹھیک ایک بجے والدہ صاحبہ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ جب حضرت کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا ہم اللہ کی اس نیک بندی کی دلی تمنا کو پورا کرنے ہی کے لیے ملتان کے بجائے کراچی آئے ہیں۔

اور پھر جب رات میں والدہ کا جنازہ قبرستان کو روانہ ہوا تو حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے کاندھا بھی دیا قبرستان تک جنازہ کے ساتھ پیدل تشریف لے گئے۔ اور نماز جنازہ پڑھائی۔

یہ واقعہ ۲۲ر فروری ۱۹۵۵ء کا ہے جب حضرت آخری بار پاکستان تشریف لائے تھے۔

سوئم والے روز حضرت نے اپنے خطاب کے دوران اس پورے واقعہ کو خود بیان فرمایا۔

ایمان کا خطرہ

۱۹۵۵ء میں حضرت محدّث اعظم ہند کچھوچھویؒ جب آخری مرتبہ پاکستان تشریف لائے تو برنس روڈ پر حکیم محمد تقی اشرفی کے ہاں قیام فرما ہوئے۔ کراچی میں کئی مرتبہ خطاب فرمایا۔ علمائے اہل سنّت کا جمگھٹ بنتا تھا، کسی نے حضرت سے عرض کی کہ "حضور پاکستان میں کیوں تشریف فرما نہیں ہوتے" تو آپ نے ان کو بغور دیکھا اور پھر فرمایا:

مولوی صاحب! ہندوستان میں مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ لیکن پاکستان کے حالات بتا رہے ہیں کہ یہاں اہل سنّت کو ایمان کا خطرہ ہے لہذا میں جان کو خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔ لیکن ایمان کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

کراچی سے واپسی پر حضرت نے حیدر آباد سندھ میں قاری طفیل محمد صاحب کے ہاں قیام فرمایا اور فقیر کے پڑ پر جلسہ سے خطاب فرمایا۔ حیدر آباد سے آپ بہاولپور تشریف لے گئے۔ نواب بہاولپور کی اہلیہ آپ کی مریدہ تھیں۔ ان کے ہاں قیام فرمایا۔ پھر رحیم یار خان اور پھر ملتان تشریف لے گئے۔ ملتان سے لاہور ہوتے ہوئے۔ ہندوستان تشریف لے گئے۔

* * *

مرض الموت :- حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہٗ کے سفر آخرت و مرض الموت کے متعلق حالات و واقعات حضرت کے خلف اکبر حضرت شاہ سید مثنیٰ انور اشرفی الجیلانی ایم اے انگلش علیگڈھ کی تحریر جو ماہنامہ میزان سے لی گئی ہے۔ پیش کئے جا رہے ہیں۔

"حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ملت اسلامیہ کی آبرو اور علمائے اہلسنت کی پشت پناہ تھی۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت میں گذارا۔ اس راہ میں انہوں نے سختیاں بھی جھیلیں حالات کے نشیب و فراز بھی دیکھے۔ اپنوں اور بیگانوں کے جمود و تعطل کا بھی مشاہدہ کیا۔ لیکن اس مرحلہ میں سے کوئی بھی حضرت قبلہ گاہی کے تبلیغی مشن پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ اوائل عمر سے آخری منزل حیات تک حضرت قبلہ نے جد و جہد اور عملی اور فکر و نظر کے جو رنگا رنگ مظاہر پیش کئے۔ وہ ان کی اسلام سے غیر معمولی وابستگی اور مظلوم انسانیت سے بے پناہ ہمدردی کی روشن مثالیں ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت کی مقبولیت اور عظمت کا احساس نہ صرف یہ کہ مسلمانوں ہی کے دلوں میں رہا۔ بلکہ ہندوستان کے دیگر افراد و قوم نے بھی حضرت کی حلقہ بگوشی قبول کر کے اپنے اس احساس تفاخر کو جلا دی۔ یہ قلندرانہ جرأت و عمل اور فقیہانہ فکر و نظر اسی وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب مقصد حیات رگوں میں خوف بن کر دوڑنے لگے۔ حضرت محدث اعظم ہند کا مقصد حیات اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کی ترویج ہو۔ اور محمد

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زمانے میں بول بالا ہو۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کئے بغیر لا الٰہ الا اللہ کا تحصیلِ عرفان ممکن نہیں چنانچہ حضرت قبلہ کی اصطلاح میں اسلام محمد رسول اللہ کی والہانہ اور سچی وفاداری کا دوسرا نام تھا۔ اگر غور سے دیکھئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعوے کی دلیل ہے۔ لہٰذا دلیل کو سمجھے یا سمجھائے بغیر دعویٰ کی تاکید و تبلیغ کرنا کوئی دانشمندانہ فعل نہیں ہے بس اسی دلیل کے محور پر حضرت قبلہ گاہی کے تبلیغی مشن کی دنیا گھومتی تھی۔ اور اس کو معیار تسلیم کرکے حضرت نے انسانی زندگی کے گوناگوں تقاضے پر مطالبے کی آسودگی کا ایسا نقشہ مرتب فرمایا۔ جس کی بدولت سینکڑوں گم کردہ راہ صراطِ مستقیم پر آگئے۔ اور ہزاروں طالبانِ حق و صداقت فَاتَّبِعُونِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ کی پرسکون منزل پر پہونچے۔ حضرت علیہ الرحمہ کا طرز فکر و عمل کچھ اس طرح انکی زندگی سے ہم آہنگ ہوگیا تھا۔ کہ آخر دم تک اپنے تبلیغی فرائض اور اصلاحی منصوبہ بندیوں سے دامن کشاں نہ ہوتے۔ چنانچہ حضرت قبلہ اپنی عمر کے آخری ایام میں جنوبی ہند کے مختلف مقامات مثلاً رادھن پور، ہمت نگر، ایڈر، ڈیسہ، احمد آباد اور میسور وغیرہ کی سیاحت فرما رہے تھے کہ اچانک زکام میں مبتلا ہوگئے۔ پہلے تو اپنی قوت ارادی سے اس معمولی تکلیف کو دور کرنے کی سعی فرمائی۔ اور اپنے تبلیغی پروگرام میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ لیکن ایک

دن جب قارورہ کی رنگت خونِ کبوتر کے مشابہ نظر آئی۔ تو پھر سارے پروگرام کو ملتوی کر کے ۲۵ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو اپنے وطن کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد پہنچے۔ اور وجہ بیان فرمائی کہ۔

موت آئے تو درِ پاک نبیؐ پر سیّد
ورنہ تھوڑی سی زمیں ہو شہِ سمناں کے قریب

کچھوچھا شریف میں کچھ روز حکیم التفات احمد صاحب کا علاج ہوتا رہا۔ اور جب مرض میں افاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو مورخہ ۱۰ر نومبر ۱۹۶۱ء کو حضرت قبلہ گاہی نے لکھنؤ جانے کا عزم مصمم فرمایا۔ لکھنؤ پہنچ کر جھوالی ٹولہ میں قیام فرمایا۔ اور دوسرے دن ۱۱۔ نومبر ۶۱ء حکیم شکیل احمد شمسی پرنسپل تکمیل الطب کالج کو معائنے کا موقع دیا۔ حکیم صاحب نے ورم جگر اور یرقان کی تشخیص کی۔ ان کے علاج سے ۳۰ر نومبر تک ورم جگر بھی تحلیل ہو گیا اور یرقان کا فساد بھی جاتا رہا لیکن اندرونی طور پر طبیعت کا بگاڑ بدستور تھا۔ اول تو غذا کی خواہش پیدا نہیں ہوتی تھی۔ دوم یہ کہ معدہ کسی شئ کو قبول نہیں کرتا تھا۔ غذا کے ساتھ فوراً ہی مالش کی کیفیت پیدا ہونے لگتی تھی۔ بس لے دے کر دوا پھلوں کا رس اور کبھی کبھار آشِ جو پر زندگی کا دارومدار تھا ایسی حالت میں نقاہت کا فروغ پانا ناگزیر تھا۔ حکیم صاحب، انتہائی انہماک اور کمال اخلاق کے ساتھ نسخے میں غیر معمولی ردوبدل کرتے رہے۔ لیکن کوئی مفید علامت رونما نہیں ہوئی۔ میرے استفسار پر حکیم صاحب نے کہا کہ جگر کا فعل ناقص ہے۔ اور اسے اعتدال پر لانے کے لیے ذرا وقت لگے گا کیونکہ ایسے نازک موقع پر کسی

تیز دوا کا استعمال منفی اثرات بھی مرتب کر سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے طبی امداد پہنچانے کے لئے یقین، اعتماد اور توازن کو ذہن میں رکھا۔ اس عرصہ میں قبلہ گاہی اپنی ناتوانی کے باوجود روزمرہ کے معمولات کے پابند رہے۔ وقت پر نمازیں ادا کیں۔ اذکار و وظائف جاری رکھے۔ صبح و شام تک مزاج پرسی کرنے والوں کا ہجوم طبیعت پر گراں محسوس نہ ہوا۔ کبھی علمائے فرنگی محل سے لطف مذاکرہ حاصل کیا۔ کبھی بمبئی احمد آباد یوپی کے مختلف شہروں سے آنے والے نیاز مندوں سے مخاطب ہوتے اور ان کو صبر و سکون کی تلقین فرمائی۔ کبھی کسی کے استفسار کا شرعی جواب قلمبند فرمایا۔ اور کبھی امامیہ مشن لکھنؤ کے سیکریٹری کے بے حد اصرار پر حسینؑ اور توحید کے موضوع پر ایک گراں قدر مقالہ سپرد قلم فرمایا۔ غرض اتنے مختلف النوع مشاغل رکھنے کے باوجود حضرت قبلہ گاہی کے چہرے پر اضمحلال کے نقوش دکھائی نہ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے نہایت ہی ادب کے ساتھ یہ درخواست پیش کی کہ حضور والا کو قیام و رکوع و سجود میں بڑی زحمت ہوتی ہوگی لہٰذا بستر پر ہی لیٹے لیٹے عبادت فرما لیا کریں۔ فرمایا کہ عبادت کا خیال میرے جسم کو توانا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح شدید سردی کے عالم میں حضرت نے تیمم پر وضو کو ترجیح دی۔ اور میری اس گذارش کو بھی مسترد کر دیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک صاحب طلاق کا مسئلہ پوچھنے آئے تھے۔ اور حضرت قبلہ گاہی کو ذہنی کام کرنے یا جسم کو نقل و حرکت میں لانے سے حکیم صاحب نے مطلقاً روک رکھا تھا۔ لیکن جب سائل نے اپنے مدعا کا اظہار کیا تو میری ہزار منتوں

کے باوجود یہ کہتے ہوئے اٹھ بیٹھے کہ جب دین کا کام ہو تو بیماری کا حیلہ بھی میرے نزدیک ایک فرار ہے۔ اور مسئلہ طلاق پر سیر حاصل بحث قرطاس پر منتقل کردی۔ میں دیر تک سر جھکائے حضرت قبلہ گاہی کی صورتِ حال اور ان کی بے پناہ قوتِ ارادی کا موازنہ کرتا رہا۔ اور اس کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ

بد تر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

نومبر کا مہینہ گذر چکا تھا۔ لیکن مرض میں کوئی افاقہ نہیں ہوا اور نہ کوئی تخفیف۔ مؤرخہ ۵ دسمبر ۶۱ء کو حکیم شکیل صاحب نے قارورہ کی کیمیائی جانچ کرائی۔ اور جو نتائج مرتب ہوئے ان سے حضرت قبلہ گاہی کو خط کے ذریعے مطلع کیا۔

مخدومی سلام مسنون!

قارورہ کی رپورٹ گردہ میں خراش ظاہر کرتی ہے۔ (صفرا) نہ پائے جانے سے اب یرقان بالکل نہیں ہے۔ نسخے ترمیم شدہ حاضر ہیں۔ شکنجبین روک دی جائے گی۔ غذا میں تبدیلی ہوگی۔ اب چکنائی کا پرہیز ضروری نہیں ہے مکھن ٹوسٹ، چکنائی میں پکی ہوئی ترکاری اور مونگ کی دال وغیرہ کھائی جاسکتی ہے۔ گوشت منع ہے۔ مرچ نہیں پڑے گی۔ اگر چائے کی طرف رغبت ہو تو وہ بھی زیادہ دودھ کے ساتھ استعمال کی جاسکتی ہے۔

شکیل

حکیم صاحب کو اسی روز انڈیا طبی کانفرنس میں شرکت کے لئے بنارس جانا تھا۔ لہذا وہ ضروری ہدایت مجھے دے کر چلے گئے۔ اور سوٗ اتفاق کہ اسی تاریخ میں دن گذار کے حضرت محدث اعظم کو یکایک دردِ گردہ کی پرانی اذیت سے دوچار ہونا پڑا۔ بیماری کے اس حملے نے حضرت قبلہ کے قوّت جسمانی کو اس حد تک متأثر کیا۔ کہ اکثر اوقات سکوت فرمانے لگے۔ اور صرف اشاروں سے اپنی ضروریات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس معذوری کے عالم میں بھی حضرت قبلہ نے اپنے خالق کے سجدوں کو فراموش نہ کیا۔ اور اپنے خاندانی وظائف ومعمولات سے چشم پوشی نہ کی۔ عیادت کرنے والوں کی آمد کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور مجھے یہ تاکید تھی کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ لوگوں کے خاموش آنے اور آبدیدہ ہونے کا منظر یاد آتا ہے تو دل غم سے بیٹھنے لگتا ہے۔

حضرت قبلہ نے اپنے تجربے کی بنا پر اجوائن کے دھوئیں سے مقامِ درد کو سینکنے کی ہدایت فرمائی۔ اور اس میں شک نہیں کہ میں اور حضرت قبلہ کا ایک مخلص نیازمند محمد حلیم اشرفی یہ خدمت انجام دیتے تھے۔ غرض ۹؍ دسمبر ۶۱ء تک انتہائی کرب واذیت کے ساتھ حضرت قبلہ نے شب وروز گذارے۔ نہ دن کو سکون تھا۔ نہ رات کو چین۔ دردِ گردہ کے مسلسل حملوں نے حضرت قبلہ کے جسم کو چور چور کر ڈالا تھا۔ البتہ اس صبر وضبط پر عقل حیران ہے۔ کہ عالم اضطراب میں زبان مبارک سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلا جو خدمت گاروں

کے دل و دماغ کو بے قابو کر دیتا۔ حالانکہ ہمارے محسوسات سے کہیں زیادہ حضرت قبلہ کو تکلیف تھی۔ اور بظاہر وہ ہم سے زیادہ مطمئن نظر آتے تھے۔

۱۰ر دسمبر ۶۱ء کو بنارس سے واپسی کے بعد حکیم صاحب نے حضرت قبلہ کی قیامگاہ پر آکر سارے حالات معلوم کئے۔ اور وہ اپنی اس غیر حاضری پر نادم بھی تھے۔ اور حضرت کی مزاجی کیفیت سُن کر رنجیدہ بھی۔ آخر کار حکیم صاحب نے ایک ایسا نسخہ تحریر کیا جو تیر بہدف ثابت ہوا۔ چنانچہ ۱۲ر دسمبر ۶۱ء سے دردِ گردہ کا کوئی دورہ نہیں اٹھا۔ اسی دن احتیاط کے طور پر گردوں کا ایکسرے بھی کرایا گیا۔ لیکن کوئی تشویش ناک بات سامنے نہ آئی۔ لہٰذا ہم لوگ مطمئن ہو چکے تھے کہ اس موذی مرض سے نجات ملی۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اب لے دے کے صرف وہی پہلی شکایت باقی رہ گئی تھی۔ کہ ہمہ وقت مالش کی وجہ سے طبیعت غذا کی طرف مائل نہیں ہوتی تھی۔ یہ شکایت اس اضافے کے ساتھ تھی کہ منہ سے ہر وقت لیس دار لعاب نکلتا رہتا تھا۔ ۱۵ر دسمبر کو جب حکیم صاحب معائنے کے لئے آئے تو حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا: اب علاج سے میری طبیعت اکتا چکی ہے اور میں نے طے کر لیا ہے کہ ۲۵ر دسمبر ۶۱ء کو بہر حال لکھنؤ سے مکان کے لئے روانہ ہو جاؤنگا۔ لہٰذا آپ ۲۴ر دسمبر تک جس قدر چاہیں دوا کھلائیں۔ حکیم صاحب کے اس مشورہ پر کہ آپ سفر کے قابل نہیں رہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ٹرین کی بجائے موٹر سے مسافت طے کروں گا۔ تاکہ درمیان میں کہیں تبدیلی کی زحمت نہ ہو

اور کم سے کم وقت میں مکان پہنچ جاؤں۔ میں نے حضرت سے دست بدست درخواست کی کہ آپ موٹر کار سے سفر کا خیال نہ فرمائیں۔ اور طبی سہولتوں کے پیش نظر مکان جانے سے بہتر ہے کہ لکھنؤ میں قیام رہے۔ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ موٹر سے مراد موٹر لاری ہے۔ اور بلاشبہ یہ میرے لئے آرام دہ ہے۔ اب جہاں تک طبی سہولتوں کا تعلق ہے۔ تو اسے میں نے مولی کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے

اس گفتگو کے بعد ۲۰؍ دسمبر تک حکیم صاحب نے ہر ممکن تدابیر اختیار کیں اور جب یونانی طریقہ علاج سے وہ اس حد تک مایوس ہو گئے تو انہی کی اجازت سے ۲۱؍ دسمبر سنہ ۶۱ء کو ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی کو دکھایا۔ مرض کی تشخیص میں ڈاکٹر فریدی اور حکیم شکیل دونوں متفق رائے تھے۔ اس لئے اطمینان تھا کہ طریقہ علاج کی تبدیلی سے مرض سرعت کے ساتھ زائل ہوگا۔ اور ہوا بھی یہی کہ دو دن کے اندر ہی وہ شکایت ختم ہو گئی، جو طبیعت کو غذا کی طرف راغب کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ دن بدن ضعف و اضمحلال حد درجہ بڑھتا گیا۔ ۲۲؍ دسمبر ۶۱ء کو کافی مقدار میں خون کی اجابت ہوئی۔ جس کی اطلاع پاتے ہی ڈاکٹر فریدی نے دواؤں میں ترمیم و تنسیخ کی تاکہ خون کا اخراج رک جائے۔ انہوں نے خون کے جاری ہونے کی وجہ بواسیر بتائی، جو ان کے خیال میں یرقان کی شدت کا نمایاں اثر تھا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے اطلاعاً کہا کہ حضرت قبلہ کو کبھی بھی بواسیر کی شکایت نہیں ہوئی۔ مگر انہوں نے اپنی تشخیص پر غیر معمولی اعتماد کیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مؤرخہ

۲۴ دسمبر کی سہ پہر کے بعد خون کی اجابت بالکل بند ہو گئی البتہ نمازِ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قبلہ نے پشت پر ریڑھ کی ہڈی میں دفعتاً ایک ایسا کرب محسوس کیا جس کی وجہ سے ان پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور ہم سب کے ہوش اڑ گئے۔ ۲۴ دسمبر کو اتوار تھا۔ اس لیے نہ ہی ڈاکٹر فرید نہ ہی مل سکے اور نہ کوئی دوسرا ڈاکٹر مل سکا۔ اس احساس شکست خوردگی کو لئے جب قیام گاہ پہنچا تو حضرت قبلہ خود بخود ہوش میں آ چکے تھے۔ میں نے مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ دل بیٹھا جاتا ہے۔ پھر مجھے ملول اور رنجیدہ پاکر میرے سر پر دستِ شفقت رکھا۔ اور دو چار باتیں ایسی کیں۔ کہ میرا غم غلط ہو جائے۔ آخر میں مجھے ڈاکٹر لانے کی ہدایت کی۔ اور میں اپنے مقدر پر آنسو بہاتا ہوا دوبارہ ڈاکٹر کی تلاش میں نکلا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ کسی لائق ڈاکٹر کا پتہ بتائیں۔ بڑی مشکل سے ڈاکٹر رفیق حسین ریٹائرڈ سول سرجن سے ملاقات ہوئی اور انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ ڈاکٹر رفیق نے انجکشن اور سفوف کے دو نسخے لکھے اور یقین دلایا کہ ان کے استعمال سے طبیعت بحال ہو جائے گی۔ لیکن دس بجے رات تک حضرت قبلہ کو کوئی سکون نہ ملا تو حضرت ہی کے ایما پر حکیم شکیل کو بلایا گیا۔ حکیم صاحب نے دیر تک نبض دیکھی۔ قلب اور اس کے گرد و نواح کا معائنہ کیا۔ ڈاکٹری نسخوں پر نظر ڈالی مزید احوال و کوائف بھی معلوم کیئے اور آخر انہوں نے فارسی کا ایک شعر جو مجھے اب یاد نہیں برجستہ پڑھا۔ شعر سن کر حضرت قبلہ گاہی کی طبیعت کا رنگ چمک اٹھا۔ اور کچھ ایسے انداز سے شعر کی تعریف

دتسکین کی کہ ہم سب کا دل بھر آیا۔ حکیم صاحب نے تقریباً گیارہ بجے رات اپنا دواخانہ کھولا۔ اور فوری استعمال کے لئے ایک دوا دی۔ انہوں نے ایک بات یہ بھی کہی حضرت کے دل پر چڑھے ہوئے غلاف میں درد ہے۔ جسے وہ ریڑھ کی ہڈی میں بتاتے ہیں۔ حکیم صاحب کا لب و لہجہ کافی امید شکن تھا۔ ان کی بات سن کر میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلنے لگے۔

اس وقت میرے ساتھ حضرت قبلہ کا وفادار خادم محمد حلیم اشرفی بھی تھا۔ اس نے میری ہمت بڑھائی اور ہم دونوں دوا لے کر قیامگاہ پر پہنچے تو حضرت قبلہ درد کی شدت سے ماہی بے آب کی طرح ہو رہے تھے۔ کبھی پلنگ پر لیٹ جاتے کبھی بیٹھ کر تکیہ کے سہارے سر کو آگے جھکا لیتے۔ کبھی مختلف کروٹیں لیتے اور کبھی مقام درد کو دبانے کا اشارہ فرماتے۔ میں نے اسی عالم میں حکیم صاحب کی ہدایت کے مطابق دوا استعمال کرائی مگر کوئی راحت نہ ملی۔ اور ساری رات کرب و اضطراب میں گذر گئی۔

۲۵ر دسمبر ۶۱ء کی صبح قدرے سکون حاصل ہو گیا تھا۔ اور چہرے پر اس قدر بشاشت تھی کہ قبلہ گاہی نے مجھے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور کا مزاج گرامی کیسا ہے؟ فرمایا اللہ کا شکر ہے۔ پھر خود ہی اشارہ کیا کہ اب کیا ہو گا؟ میں نے یہ سمجھ کر کہ ڈاکٹر کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جواب دیا کہ لکھنؤ میں ڈاکٹروں کا مجمع لگایا جا سکتا ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں۔ میری اس بات پر حضور نے تبسم فرمایا۔ اور دعاؤں کے ساتھ رخصت

کیا۔ میں اپنی قیام گاہ سے سیدھا ڈاکٹر فریدی کی کوٹھی پر پہنچا جو حضرت گنج میں نشاط گنج روڈ پر واقع ہے۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر فریدی ابھی تک اتوار کے تفریحی مقام سے واپس نہیں آئے۔ ساڑھے نو بجے دن تک ان کی کوٹھی پر انتظار کرتا رہا پھر مایوس ہو کر ان کے دواخانے پہنچا۔ ساڑھے دس بجے ڈاکٹر فریدی سے وہیں ملاقات ہوئی۔ میں نے تفصیل کے ساتھ حضرت قبلہ کے سارے دل سوز و غم انگیز حالات و کوائف سے آگاہ کیا۔ اور قیام گاہ پر جلد از جلد پہنچنے کا اصرار کیا۔ فریدی کو ایک شادی کے سلسلہ میں کہیں جانا تھا۔ لہذا انہوں نے بڑے اطمینان سے معذوری ظاہر کر دی۔ اور ڈاکٹر عبدالحکیم لیکچرار میڈیکل کالج لکھنؤ کو فون کیا کہ وہ اس کیس کو دیکھ لیں۔ فریدی صاحب کے اس طرزِ عمل نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ابھی ہندوستان میں ڈاکٹروں کا نقطۂ نظر جتنا تاجرانہ یا سرمایہ دارانہ ہے اتنا مشفقانہ اور خادمانہ نہیں ہے۔ خدا کرے کہ عیش پسندی کا زمانہ ختم ہو اور قومی بیداری کا جذبہ صادق ہو جائے۔ بہرحال میں اس ذہنی خلش کے ساتھ ڈاکٹر عبدالحکیم کے پاس پہنچا۔ تو سوا بارہ بج چکے تھے۔ اور وہ اپنے چند مریضوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے انہیں اپنے ہمراہ لے کر چلا۔ ابھی ان کی قیام گاہ سے کم و بیش ۱۰۰ گز کے فاصلے پر ہی رہے ہوں گے کہ محمد حلیم اشرفی نے اطلاع دی۔ کہ اب کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں رہی۔ اب ہمارے حضرت وہاں پہنچ گئے ہیں۔ جہاں کسی بیماری کا گزر نہیں۔ میں اِنّا للہ و انا الیہ راجعون ط پڑھتا ہوا کار سے نیچے اتر آیا۔ بمشکل تمام قیام گاہ پر پہنچا تو ایک

تحریر: ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی
چیف ایڈیٹر ماہنامہ درویش لاہور

حضرت مولانا سید محمد المعروف محدث اعظم کچھوچھوی

یہ غالباً ۱۹۵۵ کی ایک رات تھی۔ لاہور میں بعد نماز عشاء حضرت محدث اعظم کچھوچھوی ؒ نے تقریر کرنی تھی۔ میرے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ لیکن حضرت محدث اعظم کا نام ہی میرے لیے نیا نہیں تھا۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے ہم ان کا نام اکثر سنتے رہتے تھے۔ حضرت کی زیارت اور ان کی تقریر سننے کا شوق ہمیں کشاں کشاں جلسہ گاہ لے گیا۔ حضرت تشریف لائے تو مولانا حکیم غلام محمد ترنم مرحوم نے اپنی افتتاحی تقریر میں بطور خاص تحریک پاکستان کے حوالے سے حضرت ؒ کی عظیم الشان خدمات کا ذکر کیا۔ حضرت ؒ کی تقریر کے بارے میں تو اب کچھ زیادہ یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ شب برات کے بارے میں ان کی انتہائی موثر اور دل میں اتر جانے والی باتیں سن کر ہم سب دوست رات بھر جاگے تھے۔ یا پھر تصور میں یہ محفوظ ہے کہ ہم نے اس رات ایک بے حد خوبصورت اور انتہائی قیمتی اور دلکش لباس والے بزرگ کی زیارت کی تھی۔

تقریب کے اختتام پر ہم حضرت سے مصافحہ کے لئے سٹیج کی طرف بڑھے۔ وہاں بے پناہ رش تھا۔ خدا خدا کر کے ہماری باری آئی۔ مصافحہ کے ساتھ ہی میں نے دست بوسی کا شرف بھی حاصل کیا۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے بزرگوں اور لیڈروں کو دیکھا ہے لیکن بہت ہی کم بزرگ ایسے ہوں گے کہ میں نے مصافحہ کے وقت ان کی دست بوسی بھی کی ہو۔ لیکن حضرت کی صورت میں ایسی موہنی تھی کہ ان کو دیکھ کر مصافحہ کرنے کو جی چاہا اور جب یہ کافی معلوم نہ ہوا تو جی دست بوسی کے لئے چاہا۔ الحمد اللہ اس شرف پر آج بھی فخر محسوس ہوتا ہے۔

تحریک پاکستان کا ذکر آئے۔ تو ذہن میں بنارس سنی کانفرنس کی یاد تازہ ہونے لگتی ہے۔ جس کا ذکر ہم بچپن میں اکثر سنتے تھے۔ اس کانفرنس میں جن علمائے کرام نے تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کی تھی ان میں حضرت محدث اعظم کا اسم گرامی بہت نمایاں ہے۔ اس زمانے میں آپ

نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں متحدہ ہندوستان کے طوفانی دورے کئے تھے۔ اور جگہ جگہ جا کر لوگوں کو پاکستان کے قیام کا مقصد سمجھایا تھا۔ نیز مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ ہندوؤں سے نبرد آزمائی کے لیے (جس کا مستقبل میں بہت امکان تھا) خود کو تیار کریں۔ یہ تلقین حضرت نے بنارس سنی کانفرنس (منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) میں بھی کی تھی۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:۔

"حضرات! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید ضرورت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے۔ جسمانی صحت و تندرستی کے لئے تو یہ بہت ہی ضروری ہیں۔ کبھی یہ چیز صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص تھی۔ غواصی، تیراکی، شہسواری، اور لکڑی چلانا، داؤ پیچ سیکھنا ہمارا مشغلہ تھا۔ جس میں ہمارا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ہماری تندرستی ضرب المثل تھی۔ ہمارے جوانوں کو ضیغم نر اور صف شکن کہا جاتا تھا۔ مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں پر بے رونقی آ گئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اکھاڑا ایک مستقل ادارہ ہے۔ جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلایا جائے اور ایک نظام میں "بنیان مرصوص" کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے۔ ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمزور ہو گی، اور کمزوری وہ بلا ہے کہ جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں"۔

اب تو اکھاڑوں کا رواج ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اس زمانے میں اکھاڑہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے، جہاں تلوار چلانے کی تربیت دی جاتی تھی۔ تلوار چلانے کے ماہرین مسلمان نوجوانوں کو مشق کراتے اور تلوار چلانے کی تربیت دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت محدث اعظمؒ کا مسلمانوں کو بطور خاص اکھاڑے قائم کرنے کا مشورہ دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ آئندہ پیش آنے والے ہندو مسلم فسادات کو اپنی چشم بصیرت سے صاف دیکھ رہے تھے، جب اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں اور سکھوں نے پنجاب اور یوپی کے دیہات میں لاکھوں نہتے مسمانوں کو نہایت بے دردی اور سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔

اس زمانے میں پاکستان کے بارے میں سب مسلمانوں کے ذہن میں ایک ہی تصور تھا کہ ایک ایسی سرزمین کا حصول جہاں قرآن سنت کا نظام نافذ ہو گا۔ بنارس سنی کانفرنس میں تصور پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"ہم کیسا پاکستان بنائیں گے، اس بارے میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقیؓ کو دیکھ لیا جائے۔ دور فاروقیؓ کی سیر کر لی جائے۔ شوکت عثمانیؓ کو نظر میں لایا جائے، خلافت مرتضویؓ کا دیدار کر لیا جائے، ہم اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے"۔

لیکن افسوس صد افسوس پاکستان بننے کے بعد قائداعظم مرحوم کی زندگی نے وفانہ کی اور ان

نجم، گلستان، بوستان، انوار سہیلی، قصائد عرفی اور سہ نثر ظہوری وغیرہ اور عربی کتب میزان، منشعب، پنج گنج زبدہ دستور المبتدی، صرف کبیر، علم الصیغہ، نحو میر شرح ماتہ عامل، ہدایت النحو اور کافیہ وغیرہ پڑھیں۔

پھر مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں داخل ہوئے اور سند فضیلت حاصل کی۔ پھر پیلی بھیت میں مولانا وصی احمد محدث سورتی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور صحاح ستہ کے علاوہ موطا و معانی الآثار وغیرہ کتابیں "سبقاً سبقاً" پڑھیں اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ فتاویٰ نویسی کے سلسلے میں بریلی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت اختیار فرمائی اور فتاویٰ نویسی کا شغل جاری رکھا۔ فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کرنے کے بعد آپ بدایوں میں مولانا مطیع الرسول قادریؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور سند حدیث حاصل کی۔ مولانا مطیع الرسولؒ نے سند کے ساتھ آپ کو محدث اعظم کا لقب بھی عطا فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۷ برس کی تھی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور سید محمد میرؒ کے مدرسہ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی تصنیف و تالیف اور مناظروں کا سلسلہ بھی شروع کیا اور کئی مفید رسائل مرتب فرمائے۔

اسی زمانے میں باطنی جذبات نے منازل عرفاں طے کرنے کی طرف ابھارا اور کچھوچھہ شریف میں حضرت سید شاہ احمد اشرفی الجیلانیؒ سے بیعت ہوئے اور مرشد کامل کے ایماء پر چلہ کشی میں مشغول ہوئے۔ تین سال اس راہ میں سخت ریاضت و محنت کی اور بقول حضرت مولانا سید مظاہر اشرف مدظلہ العالی اسم ذات اور اسم صفات کے ورد سے آپ میں آثار جہانگیری نمایاں ہو گئے۔ بعد ازاں مرشد کامل نے خلافت کے ساتھ دعائے سیفی کی اجازت سے بھی نوازا۔

ایک دہریہ سے مناظرہ:

حضرت زبردست مناظر تھے۔ ایک مرتبہ بنگال کے تبلیغی دورے پر تھے۔ مالوہ کے قریب ایک گاؤں میں ایک دہریہ سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ دہریہ نے سوال کیا کہ اللہ خالق ہے یہ مخلوق؟ اس سلسلے میں اس نے قرآن و حدیث سے کوئی دلیل سننے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ دہریہ اس سے قبل تقریباً پچیس علمائے دین سے مناظرہ کر چکا تھا۔ گاؤں کے دیہاتیوں نے کہا کہ اگر آپ ہمارے منت صاحب کو قائل کر لیں تو ہم سب اسلام قبول کر لیں گے۔ یہ سن کر حضرت محدث اعظمؒ نے اس کو قائل کرنے کے لئے ایک بڑے کاغذ پر ایک لکیر کھینچی اور

بہترین لباس زیب تن فرماتے تھے، حضرت محدث اعظمؒ بھی انہی کی اولاد پاک سے تھے۔ ان کے لباس کو دیکھ کر بھی حضرت غوث پاک کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ بہترین کپڑے کی عبا، قیمتی کپڑے کی صدری، جس میں خوبصورت عمدہ قسم کے بٹن ہوتے، زیب تن فرماتے ہاتھ میں نقرئی دستہ کا عصا اور سر پر چودہ گز کا زرد یا سرخ صندلی رنگ کا عمامہ ہوتا۔ رعب اس قدر کہ کسی دنیا دار کو آپ کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔

آپ کا رنگ گندمی، چہرہ گول اور آنکھیں بڑی بڑی اور سرخی مائل تھیں۔ جسم فربہ اور قد تقریباً پانچ فٹ دس انچ۔ داڑھی مبارک سفید تھی۔

حضرتؒ کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ آپ کے دیوان "فرش پر عرش" کی یہ نعت مجھے بہت پسند ہے اور کبھی نہیں بھولتی۔

نسیم پر، نہ صبا پر، نہ باد صرصر پر
میں اڑ رہا ہوں تو زور ہوائے دلبر پر

نہ بیگناہی، نہ کچھ نیکیوں کے دفتر پر
ہمارا تکیہ ہے اپنے شفیع محشر پر

نہ سلسبیل، نہ تسنیم پر، نہ کوثر پر
میری نظر ہے نگاہ خمار پرور پر

وہ اقتدار کہ بیٹھ آئے عرش اکبر پر
یہ شان فقر کہ لیٹے نہ نرم بستر پر

کسی کو چیر دیا تو کسی کو پھیر دیا ہے
یہ دبدبہ ہے ترا ماہ و مہر خاور پر

ہر ایک زخم جگر کہہ رہا ہے یہ سید
میں ان کے تیر کے صدقے، نثار خنجر پر

میں نے مضمون کے آغاز میں تحریک پاکستان کے حوالے سے محدث اعظمؒ کی خدمات کا ذکر کیا تھا، جی چاہتا ہے کہ اختتام پر بنارس سنی کانفرنس میں آپ کا ارشاد فرمودہ ایک آدھ جملہ مزید سنا دوں، فرمایا:

"ہم جس یقین پر (پاکستان کے) اس مسئلے میں مسلم لیگ کی تائید کرتے ہیں، وہ صرف اس

دہریہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ لکیر بہت سے نقطوں کا مجموعہ ہے۔ یعنی برابر برابر نقطے لگاؤ اور سب کو جوڑ دو تو لکیر بن جاتی ہے۔ وہ بولا: ہاں' یہ سب تو ٹھیک ہے۔ یہ سن کر حضرتؒ نے اس لکیر کو تقسیم کرنا شروع کیا' تمام نقطے بٹ گئے اور آخر میں صرف ایک نقطہ باقی رہ گیا۔ آپؒ نے فرمایا: اب اس کو بھی تقسیم کرو۔ وہ بولا: یہ نقطہ ناقابل تقسیم ہے۔ اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس کی تقسیم ممکن نہیں۔ دہریے کا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا: بالکل اسی طرح جیسے نقطہ اضافے کا باعث ہے یعنی تمام نقطہ کا خالق ہے۔ مگر یہ خود مخلوق نہیں۔ کیونکہ اگر یہ نقطہ ہی نہ ہو' تو اضافہ کیسے ہو گا' لکیر کیسے بنے گی۔ بس یہی دلیل ہے کہ اللہ خالق ہے' ایک ہے' واحد ہے اور سب اسی کے نور سے پیدا ہوئے۔ وہ کسی کے نور سے پیدا نہیں ہوا۔ وہ مہنت ریاضی دان بھی تھا۔ یہ دلیل اس کی سمجھ میں آگئی۔ فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی گاؤں کے تمام لوگ (جن کی تعداد ۵۰۰ خاندان پر مشتمل تھی) مسلمان ہو گئے۔

حضرت محدث اعظمؒ کی تمام عمر تبلیغ اسلام میں گزری۔ آپ کے تبلیغی دوروں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ سال میں صرف ایک ماہ رمضان المبارک میں اپنے گھر میں قیام فرماتے تھے۔ مصروفیات کا یہ حال تھا کہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے فتاویٰ تحریر فرماتے۔ مناظرے کرتے۔ تعویذات لکھ کر دیتے۔ بیعت فرماتے اور روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں ملنے والے خطوط کا جواب لکھتے۔

معمولات:

تہجد سے اشراق تک عبادت میں مشغول رہتے' بعد نماز اشراق آرام فرماتے۔ دن کو بارہ بجے کے بعد اکثر لوگوں کے ہاں مدعو ہوتے۔ جہاں تشریف لے جاتے حاضرین کو روحانی فیوض و برکات سے نوازتے۔ نماز ظہر کے بعد خطوط کے جواب لکھتے یا لکھواتے۔ بعد عصر فتاویٰ تحریر فرماتے۔ مغرب کے بعد دعائے سیفی کا وظیفہ پڑھتے جو عشاء تک جاری رہتا۔ عشاء کے بعد کھانا تناول کرتے اور پھر لوگوں سے عام ملاقات کا سلسلہ شروع ہوتا۔ رات ساڑھے دس گیارہ بجے جلسہ گاہ میں تشریف لے جاتے۔ تقریباً بارہ بجے آپ کی تقریر شروع ہوتی' جو عام طور پر دو گھنٹے جاری رہتا۔ خطاب کے بعد سینکڑوں لوگ آپ سے بیعت ہوتے۔

ذوق لباس اور حلیہ:

حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات طیبات میں ہے کہ آپ وقت کا

قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کی جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دی گئی ہو...... اگر ہماری اس سمجھی ہوئی تعریف کے علاوہ مسلم لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا، تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا"۔

میں نے اوپر لکھا ہے کہ حضرت قائداعظمؒ کی وفات کے بعد حضرت محدث اعظمؒ نے محسوس کر لیا تھا کہ پاکستان میں نفاذ اسلامی کے بجائے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا تسلط قائم ہو رہا ہے، تو آپ کے ایماء پر یہاں جمعیۃ علمائے پاکستان قائم کی گئی، جس کا مقصد وحید صرف اور صرف پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا قیام تھا۔ اپنے قیام پاکستان کے دنوں میں آپ نے جلسوں میں عوام اور حکمرانوں کو قیام پاکستان کا مقصد یاد دلایا تو آپ کو ایک سرکاری حکم کے ذریعے "سیاسی تقریریں" کرنے سے روک دیا گیا۔ افسوس یہ سلوک اس عظیم ہستی کے ساتھ روا رکھا گیا، جس کے شب و روز قیام پاکستان کے لئے وقف تھے اور جسے ہم پاکستان کے بانیوں میں شمار کر سکتے ہیں۔ کاش مقصد پاکستان کے سلسلے میں حضرت محدث اعظمؒ کی آرزو جلد پوری ہو، اور ہم سب پاکستان میں ثمرات اسلام سے بیش از بیش بہرہ ور ہوں کہ پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ۔

☆☆☆☆☆

دوسری محدث اعظم ہند، کانفرنس منعقدہ ۱۹۹۶ء فلیٹیز ہوٹل لاہور

میں، معروف شرکاء کے اسماء گرامی

شارح بخاری حضرت علامہ محمود احمد صاحب رضوی اشرفی، شیخ الحدیث انجمن حزب الاحناف لاہور

شیخ القرآن ابوالبیان حضرت علامہ مولانا غلام علی اشرفی، بانی و مہتمم اشرف المدارس اوکاڑہ

شیخ الفقہ علامہ شمس الزماں قادری، بانی غوث العلوم سمن آباد لاہور

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شہزادہ فقیہ اعظم حضرت علامہ مولانا الحاج، صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری اشرفی، مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور (اوکاڑہ)

محقق دوراں حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حضرت الحاج قاری غلام عباس صاحب نقشبندی، ناظم اعلیٰ جامعہ رضائے مصطفیٰ، نوشہرہ ورکاں (گوجرانوالہ)

حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب، ناظم مکتبہ نبویہ، مدیر ماہنامہ "جہان رضا" لاہور

حضرت علامہ مفتی سرفراز احمد صاحب نعیمی، ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

حضرت علامہ الحاج ابوالعلا محمد عبد اللہ صاحب اشرفی قادری قصوری، ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ قصور

رشید ملت جناب راجا رشید محمود صاحب ایم۔ اے، ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور
حضرت مولانا مفتی محمد خان صاحب قادری، مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور
حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمن اشرفی، مرکزی ناظم مالیات جماعت اہلسنت

علامہ مولانا محمد مرتضیٰ اشرفی، مدرس جامعہ شیخ الحدیث، فیصل آباد
مولانا قاری محمد اسحاق اشرفی، میرپور آزاد کشمیر
مولانا محمد ارشد اقبال اشرفی، منڈی عثمان والہ قصور
صوفی محمد اسحاق اشرفی، بانی مظاہر العلوم جہانگیریہ اشرفیہ لاہور
مولانا میاں نثار احمد اشرفی، ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ اشرفیہ لاہور
مولانا صوفی محمد اسلم اشرفی صاحب
صوفی حاجی محمود بن نور اشرفی، پشاور
مولانا محمد سلیم اشرفی، ملتان شریف
مولانا غلام حسن قادری، مدرس حزب الاحناف لاہور
پروفیسر محمد اسلم شہزاد صاحب، مدیر ماہنامہ "سوئے حجاز"
صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی، موسوی، نائب ناظم جماعت اہلسنت پاکستان
مولانا قاری امیر عالم مجددی اشرفی، ناظم ادارہ تعلیمات مجددیہ لاہور
شیخ عبد الحمید اشرفی، صدر انجمن غوثیہ رضویہ اپر مال لاہور

محمد منشا تابش قصوری
مدرس ۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
خطیب ۔ جامع مسجد حنفیہ مریدکے شیخوپورہ

حیاتِ محدّثِ اعظم ہند

کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ

رشحاتِ قلم

پیرِ طریقت حضرت الحاج ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ

امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان (رجسٹرڈ)

ناشر
مکتبہ سمنانی کراچی (پاکستان)
۱۴/۱۷ فردوس کالونی، کراچی

۲۴۔ حضرت سید حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھا شریف۔
۲۵۔ حضرت سید جعفر شاہ الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت سید چراغ جہاں الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید جعفر ثانی ″ ″ ″ ″
حضرت سید سعید مبارک ″ ″ ″ ″
حضرت سید نجف اللہ شاہ ″ ″ ″ ″
حضرت سید محمد اشرف ″ ″ ″ ″
حضرت سید قطب میاں ″ ″ ″ ″
حضرت سید محمد اشرف ″ ″ ″ ″
حضرت سید عبدالوہاب ″ ″ ″ ″
حضرت سید محمد اشرف ″ ″ ″ ″
حضرت سید حامد اشرف ″ ″ ″ ″
حضرت محمود اشرف ″ ″ ″ ″
حضرت سید حافظ حسین اشرف ″ ″ ″ ″

حضرت قطب ربانی الشاہ سید محمد طاہر اشرف الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

الحاج الشاہ
ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی

امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان (رجسٹرڈ)